

لا تدمرکہ الابصار

آسمان شرح عقائد



مؤلف

مفتی زید بن عبدالرحمان پالن پوری
استاذ حدیث و تفسیر، جامعہ نور الاسلام (موٹی ڈمن)

مکتبہ الاتحاد
دیوبند (الہند)

لا تدركه الابصار

آسان شریعت

ملا دعوہ کے علوم کا پاسان
دینی و علمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل

حقی کتب خانہ محمد معاذ خان

درس نکاحی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

مؤلف

مفتی زید بن عبدالرحمان پالن پوری
استاذ حدیث و تفسیر، جامعہ نور الاسلام (موٹی دمن)

مکتبۃ الاتحاد
دیوبند (الہند)

تفصیلات

نام کتاب:	آسان شرح عقائد
مؤلف:	مفتی زید بن عبدالرحمان پالن پوری استاذ حدیث و تفسیر جامعہ نور الاسلام (موٹی دمن)
ٹائپنگ:	مولانا یعقوب صاحب پالن پوری (میترا نہ) فاضل جامعہ نور الاسلام (موٹی دمن)
ترتیب و ترتیب:	مولانا احمد بن عبداللہ چودھری فاضل جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل ملکتہ الاتحاد دیوبند (الہند)
ناشر:	

ملنے کا پتہ

۹۰۱۶۵۳۲۹۳۴	ملکتہ الاتحاد دیوبند (الہند)
۹۰۲۹۶۷۴۶۱۶	ملکتہ مومن نگر (ممبئی، جوگی شوری)
۷۸۷۳۳۶۷۲۰۷	ملکتہ محمدیہ ترکیسر
۹۹۰۴۸۸۶۱۸۸	ادارۃ الصدیق ڈابھیل

فہرست مضامین

۱۹ بحث موت مقتول باہلہ	۱ حالات مصنف
۲۰ بحث حرام رزق	۲ فنی اصطلاحات
۲۱ بحث ہدایت و اضلال	۳ فرقوں کا تعارف
۲۲ بحث اصلاح للعبد	۴ مقدمہ کتاب و اصطلاحات
۲۳ بحث عذاب قبر	۵ بحث ذات باری تعالیٰ
۲۴ بحث بعث	۶ بحث صفات سلبیہ
۲۵ بحث وزن	۷ بحث صفات ایجابیہ
۲۶ بحث حوض	۸ بحث صفت علم
۲۷ بحث صراط	۹ بحث صفت قدرت
۲۸ بحث جنت و جہنم	۱۰ بحث صفت سمع و بصر
۲۹ بحث کبیرہ	۱۱ بحث صفت ارادہ
۳۰ بحث شفاعت	۱۲ بحث صفت کلام
۳۱ بحث ایمان	۱۳ بحث خلق کلام
۳۲ بحث رسالت	۱۴ بحث صفت تکوین
۳۳ بحث معجزہ و کرامت	۱۵ بحث رویت باری تعالیٰ

۱۶ بحث خلق افعال عباد	۳۴ بحث ختم نبوت
۱۷ بحث استطاعت	۳۵ بحث مہدی
۱۸ بحث خلق متولدات	۳۶ بحث عصمت انبیاء
۳۷ بحث ملائکہ	۳۴ بحث نزول عیسیٰ
۳۸ بحث معراج	۳۵ بحث تقلید
۳۹ بحث کتب	۳۶ بحث افضلیت بشر
۴۰ بحث خلافت و امامت	۳۷ بحث فسق یزید و بغاوت
۴۱ شیعوں کے سوالات	۳۸ بحث لعن
۴۲ بحث ایصال ثواب	۳۹ بحث الحاد
۴۳ بحث دعا	۵۰ بحث نواقض ایمان

پیش لفظ

الحمد لاہلہ والصلاۃ علی اہلہا

علم عقائد ایک عظیم ترین علم ہے: کیوں کہ عقائد صحیحہ سے ایمان و یقین میں کمال اور نور پیدا ہوتا ہے، جبکہ عقائد باطلہ سے آدمی کا یقین کمزور بلکہ متزلزل ہو جاتا ہے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: عقائد باطلہ سوء خاتمہ کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں۔“

یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین نے علم عقائد کو بڑی اہمیت دی ہے، چنانچہ اسلاف نے کتاب اللہ اور سنت رسول میں مذکور دلائل قطعیہ سے عقائد صحیحہ انتخاب فرمایا اور درس نظامی میں داخل فرمایا: وجزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

عقائد کیسے راسخ ہو؟

درس نظامی میں پڑھائی جانے والی فرقہ کتابوں میں ان عقائد کو ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے جن میں اختلاف ہوتا ہے، متفق علیہ عقائد کو ان کتابوں میں عموماً ذکر نہیں کیا جاتا۔ لہذا علم عقائد کو حاصل کرنے کے لئے بہترین کتاب کتاب اللہ ہے، پس رب کے بتائے ہوئے عقائد کو بار بار بولنا اور سننا ضروری ہے تاکہ عقائد دل میں راسخ ہو جائیں اور باطل عقائد کی تیغ کٹی ہو اس سے واضح ہو گیا کہ: عقائد صرف پڑھانے کے لئے نہیں بلکہ پینے پلانے کا فن ہے۔

فن کیسے حاصل کریں؟

- ۱۔ کوئی فن بہ حیثیت فن مشکل نہیں ہا! فن کے جزئیات کبھی کبھی مشکل آتے رہتے ہیں: لہذا ہر فن کو فن کے ماہر سے خوب سمجھ کر پڑھیں۔
- ۲۔ ہمارے زمانے میں اگرچہ نام زد معتزلہ و خوارج موجود نہیں لیکن ان کے منقولہ عقائد ابھی ابھی باقی ہیں لہذا موجودہ عقائد سے ہم آہنگ کر کے شرح عقائد پڑھیں۔
- ۳۔ عموماً ہر فن کتاب میں جزئیات ذکر ہوتے ہیں بار بار ان کا دور کرتے رہنے سے ہمارا ذہن انہی جزئیات سے کلیات کا انتزاع کرے گا اور اسی سے فن کے اصول ذہن میں آتے ہیں: جب کوئی آدمی کسی فن کے اصولوں کو محفوظ کر لیتا ہے تو فن حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان

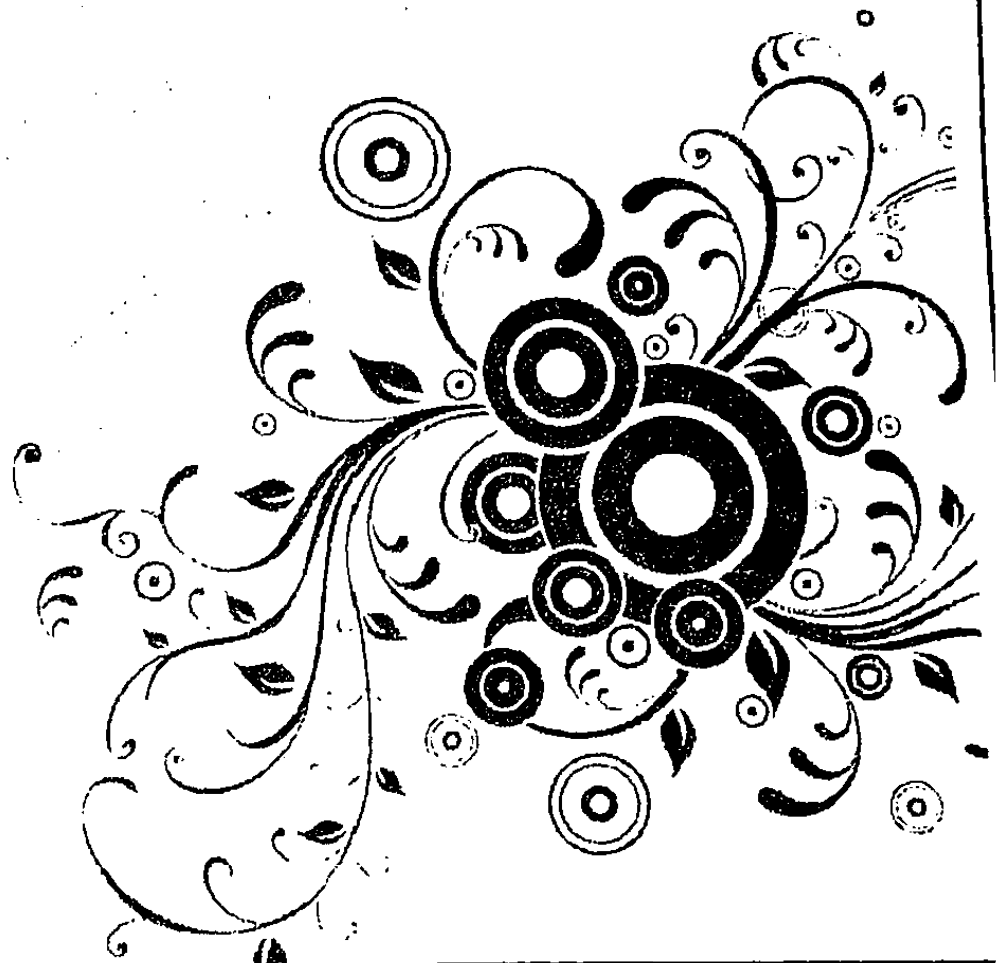
آج سے تقریباً بیس سال پہلے بندے نے حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ: ایک ایسے رسالے کی ضرورت ہے جس میں شرح عقائد میں استعمال کردہ مصطلحات کو مختصراً سمجھایا گیا ہو اور طلبہ شرح عقائد سے پہلے اس رسالہ کو کسی استاذ کے پاس پڑھ لیں جس سے شرح عقائد کو سمجھنا آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مفتی زید صاحب فلاحی (استاذ حدیث و تفسیر جامعہ دمن) کو کہ آپ نے طلبائے علوم دینیہ کی اس اہم ضرورت کا احسان فرمایا اور اس مختصر رسالہ کو تحریر فرما کر طلباء پر احسان عظیم فرمایا۔ و جزاکم اللہ احسن الجزا اور یوں بندے کا وہ خواب بھی شرمندہ تعبیر ہو گیا۔

چونکہ اس عنوان پر کوئی مختصر رسالہ بہ زبان اردو اس وقت میری نظر میں نہیں ہے یہ رسالہ مختصر بھی اور کسی حد تک جامع بھی ہے لہذا امید ہیں کہ شوقین اساتذہ طلباء کو اس طرف متوجہ فرمائیں گے اور طلبہ عزیز اس کی قدر کر کے اس سے خوب مستفید ہوں گے۔ (وما ذلک علی اللہ بعزیز)

(شیخ الحدیث محشی شرح عقائد)

بندہ ابولقاسم محمد الیاس بن عبداللہ

ہمت نگری خادم: مدرسہ دعوت الایمان ٹکول



عرض مرتب

رب کریم کے فضل و کرم سے تقریباً دس سال سے شرح عقائد پڑھاتا ہوں، جو اختصار کے ساتھ تمام ضروری مباحث کو جامع ہے، نیز ماترید یہ اور اشاعرہ کے مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے ہر مسئلہ کو مبرہن کیا گیا ہے۔ لیکن ان سب خوبیوں کے باوجود اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کتاب اب مشکل کتابوں میں شمار ہوتی ہے اور طلباء کو اس میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے عاجز نے تحقیق سے زیادہ تسہیل کی فکر کی ہے اور کٹھن مضامین گھول کر پلانے کی کوشش کی ہے اور خاص کر اس کتاب کو موجودہ عقائد سے ہم آہنگ کرنے کی سعی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سعی کو مشکور فرمائے اور اس سعی میں حصہ لینے والے متعلقین اور والدین کو بہترین بدلہ عطا کرے۔ خصوصاً حضرت مولانا الیاس صاحب قاسمی (صدر مدرس مدرسہ انوار محمدیہ، جوگیشوری، ممبئی) حضرت مولانا الیاس صاحب گھڑا (شیخ الحدیث مانک پور، نکولی) حضرت مولانا احمد صاحب چودھری (فاضل جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل) حضرت مفتی عرفان صاحب سانسرودی (استاذ جامعہ نور الاسلام، موٹی دمن) اور مولانا یعقوب صاحب میترانہ (فاضل جامعہ نور الاسلام، موٹی دمن) کو اپنی شایان شان بدلہ عنایت فرمائے۔

قارئین! یہ کوئی مستقل شرح نہیں ہے بلکہ مضامین کی تسہیل کی ایک سعی ہے اس لیے اسے شرح کی نظر سے نہ دیکھیں اور کوئی غلطی ہو تو مطلع کریں۔

زید پالن پوری

۹۰۱۶۵۴۲۹۳۴

حالات مصنف

العقائد للنفسی کے مصنف کے حالات

نام	:	عمر
کنیت	:	ابو حفص
لقب	:	مفتی الثقلین
والد کا نام	:	محمد
سن پیدائش	:	۴۶۱ھ
جائے پیدائش	:	شہر نسف
وفات	:	پنج شنبہ، ماہ جمادی الاولیٰ، سمرقند میں ۵۳۵ھ میں ہوئی، کل ۷۶ سال کی عمر پائی۔
العقائد کی شروحات	:	(۱) شرح عقائد (۲) القلائد علی العقائد (۳) حل العقائد

صاحب شرح عقائد کے حالات

نام :	مسعود
والد :	عمر
دادا :	عبداللہ
لقب :	سعدان
جائے پیدائش :	خراسان کا شہر تفتازان
ماہ و سن پیدائش :	صفر ۷۲۲ھ
وفات :	آپ کا ایک شاگرد آپ کے خلاف مناظرے کے لیے کھڑا ہو گیا، اور فیصلہ نے آپ کے خلاف فیصلہ دیا، اس صدمے سے آپ صاحب فراش ہو گئے، بالآخر ۲۲ محرم الحرام ۹۲۲ھ میں کل ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

کارنامہ:

آپ کند ذہن مگر محنتی تھے، ایک دن خواب میں آں حضرت ﷺ نے اپنا لعاب مبارک آپ کے منہ میں ڈالا، پھر کیا تھا بڑی بڑی کتابیں لکھیں، جس میں درس نظامی میں شامل (۱) شرح عقائد (۲) المختصر المعانی (۳) متن التہذیب ہیں۔

ہمارے لیے سبق:

(۱) محنت خوب کرنا چاہیے، چاہے کند ذہن ہی کیوں نہ ہو۔ (۲) اساتذہ

کے مقابل میں نہیں آنا چاہیے، ہاں! دلائل کی بنیاد پر ادب و احترام کے ساتھ
اختلاف میں کوئی حرج نہیں۔ (۳) حالات سے ایسا صدمہ نہیں لینا چاہیے کہ جو زندگی
برباد کر دے، فولاد بن کر جینا چاہیے نہ کہ موم بن کر۔ (۴) مصنف کے کارناموں کو
پڑھ کر اچھے جذبات ابھرنے چاہیے، مصنف کو محبت میں ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔



فنی مباحث

فن کا نام:

علم الکلام اور علم العقائد

اصطلاحی تعریف:

✓ ہو علم یبحث فیہ عن المبدأ والمعاد و احوال الممكنات۔

موضوع:

✓ ذات اللہ وصفاته و احوال الممكنات باعتبار العقائد۔ یعنی اس فن میں اللہ

تعالیٰ کی ذات، صفات اور عقائد کے اعتبار سے مخلوق کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔

غرض و غایت:

اسلامی عقائد کی صحیح معرفت ہو جائے اور شبہات کا ازالہ ہو جائے۔

مدون اول:

حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس فن میں ہارون

رشید کے دور میں مستقل کام ہوا۔

ملحوظہ:

ہارون رشید کے بیٹے مامون رشید کی شبہ پر اعتزال کا فتنہ زور پکڑا جس کا

مقابلہ خاص کر حضرت امام احمد بن حنبل اور شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔

سبق:

مامون رشید فلسفہ سے متاثر تھا، بہت سی کتابوں کو عربی میں منتقل کروایا تھا

جس کا نقصان یہ ہوا کہ لوگوں کے مزاج عملی کی بجائے فلسفی ہو گئے اور فتنہ اعتراض
وجود میں آیا، اس لیے ہمیں لوگوں کا مزاج عملی بنانا چاہیے نہ کہ فلسفی۔



فرقوں کا تعارف

(۱) اہل سنت والجماعت کا تعارف:

اہل سنت سے مراد وہ لوگ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلے یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول یا عمل پر چلے جس پر صحابہ کی جماعت چلی ہو۔ والجماعت کا مطلب وہ لوگ جو صحابہ کے اجماع پر چلے۔

ملحوظہ:

اس سے معلوم ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے یا کسی مصلحت یا ضرورت کی وجہ سے کیا ہو وہ سنت نہ ہوگا، اور اس کو پرکھنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ صحابہ کی جماعت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل پر چلی ہو تو سنت ہوگا ورنہ نہیں۔

امثلہ:

✓ (۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ضرورت کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، یہ سنت نہ ہوگا کیوں کہ صحابہ اس پر نہیں چلے۔

✓ (۲) ۱۵ شعبان کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کسی مصلحت کی وجہ سے گئے ہیں لیکن صحابہ نہیں گئے، اس لیے یہ سنت نہ ہوگا۔

✓ (۳) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر ٹھنی گاڑی ہے لیکن صحابہ نے نہیں گاڑی اس لیے سنت نہ ہوگا۔

✓ (۴) آں حضرت سلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے گئے۔
سے بظاہر عرس کا جواز ثابت ہوتا ہے لیکن صحابہ نہیں گئے۔

✓ (۵) صوم وصال آں حضرت سلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے لیکن صحابہ نے نہیں رکھا۔

✓ (۶) بیک وقت چار سے زائد نکاح آں حضرت سلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کیا۔

صحابہ نے نہیں کیے۔ بہت سے احادیث
اجماع صحابہ کی امثلہ:

(۱) بیس رکعات تراویح یہ اجماع صحابہ سے ثابت ہے اس لیے جماعت
پڑھتے ہیں۔ (۲) جمعہ کی اذان اول

نوٹ: عبادات آں حضرت سلی اللہ علیہ وسلم سے جس حد تک جس طرح سے
ثابت ہو اسی طرح سے کرنا سنت ہوگا اس سے آگے بڑھنا بدعت ہوگا۔ مثلاً انفرادی
ہو تو انفرادی کرنا، غیر التزامی ہو تو غیر التزامی رکھنا، غیر متعین ہو تو غیر متعین رکھنا۔
امثلہ:

(۱) چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے مگر گھر میں یا مسجد میں تنہا تنہا۔
اس کے برخلاف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد نبوی میں
جمع ہو کر یا مظاہرہ کر کے پڑھ رہے ہیں تو آپ نے بدعت کہا۔

(بخاری ص ۲۳۸ نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۹)

(۲) فرض نماز کے بعد دعا حدیث سے ثابت ہے مگر انفرادی اور غیر

التزامی۔ اس لیے اجتماعی اور التزامی بنانا بدعت ہوگا۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۰۹)

(۳) چھینک پر الحمد للہ کہنا ثابت ہے اس سے زیادہ کہنا درست نہ

ہوگا۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۸) کہ ایک شخص نے چھینک آنے پر الحمد للہ و الصلاۃ و السلام علی رسول اللہ کہا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو درود پڑھنے سے نہیں روکتا لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف الحمد للہ سکھایا ہے۔ (۴) ترمذی جلد اول حدیث ۱۹۸ میں ہے کہ ایک مؤذن نے اذان کے بعد نماز سے پہلے تثنیہ کی یعنی لوگوں سے کہا آؤ! نماز کی طرف تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس بدعتی کے یہاں سے نکالو۔

(۵) ترمذی جلد اول حدیث ۷۴۳ میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کو متعین کر کے روزہ رکھنے کو منع فرمایا۔ کیوں کہ اس سے دین اسلام مشکل ہو جائے گا اور وہ عمل سمٹ کر رہ جائے گا۔ اسی طرح قرآن خوانی اور ایصال ثواب کے لیے دن متعین کرنا بدعت ہوگا۔
نوٹ:

وہ چیزیں جس کا تعلق تعلیم و تبلیغ سے ہیں ان میں جائز وسائل اختیار کرنا بدعت نہ ہوگا۔ عبادات میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ کر کرنا بدعت ہوگا۔ مثلاً مدارس اس شکل میں دور نبوی میں نہیں تھے پھر بھی بدعت نہ ہوگا کیوں کہ اس کا تعلق تعلیم سے ہے۔
وجہ فرق:

تعلیم و تبلیغ کا مقصد اشاعت ہے اس لیے زمانہ کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر اشاعت کے لیے جائز وسائل کی اجازت ہوگی برخلاف عبادات کے اس کا مقصد اصلاح نفس ہے اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کردہ طریقہ سے ہٹنے کی

اجازت نہ ہوگی۔

(۲) فرقہ شیعہ کا تعارف:

شیعہ کے معنی جماعت اور پارٹی کے ہے یہ جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہیں بلکہ آپ کے نام پر عبد اللہ بن سبا یہودی نے بنائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورہ خلافت میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر یہ شخص مدینہ منورہ آیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے فتنوں کو تاڑ لیا اور جلاوطن کر دیا وہاں سے مصر پہنچا جہاں پہلے سے ایک جماعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراض تھی، اس نے موقع کا فائدہ اٹھا کر لوگوں کو ورغلا یا کہ خلافت تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کی بنیاد پر بنو ہاشم میں ہونی چاہیے کچھ لوگ اس کے جھانے میں آ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر الگ ہو گئے۔ بعد میں شیعوں میں بھی بہت سے فرقے ہو گئے، جن میں مشہور (۱) اثنا عشریہ (۲) اسماعیلیہ (۳) جعفریہ (۴) زیدیہ وغیرہ ہیں۔

گمراہی کی بنیاد اور ہمارے لیے سبق:

اقر بہ پروری یعنی رشتہ داری کی بنیاد پر کسی کو منصب کا حقدار سمجھنا جبکہ منصب صلاحیت کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔

(۳) روافض کا تعارف:

روافض یہ رافضیہ کی جمع ہے اس کے معنی ہے چھوڑنے والی جماعت، یہ کٹر شیعہ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کا حقدار سمجھتے ہیں، اس فرقے کی بنیاد اس طرح پڑی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ (جو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے) نے لوگوں سے کہا کہ آؤ ہم سب مل کر ہشام بن

عبدالملک کو کرسی سے اتار دیں لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کا ساتھ اس وقت دیں گے جب آپ ابوبکر و عمر کو گالیاں دیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا جس کی بنا پر وہ حضرت کو چھوڑ کر چلے گئے تب سے ان کو روافض کہا جانے لگا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والوں کو زید یہ کہا جانے لگا زید یہ فرقہ پہلے درست عقائد پر تھا لیکن بعد میں شیعوں میں گھل مل گیا۔

سبق:

ہمیشہ حق بولنا چاہیے چاہے لوگ ہمیں چھوڑ کر چلے جائے جیسے حضرت زید نے حق گوئی سے کام لیا۔

(۴) خوارج کا تعارف:

یہ خارجہ کی جمع ہے یعنی نکلنے والی جماعت، یہ جماعت اہل حق سے اس وقت الگ ہوئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والی جنگ ختم کرنے کے لیے یہ مشورہ ہوا کہ دونوں جماعتوں کی طرف سے کچھ بندے بیٹھ کر فیصلہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا نام طے پایا اس وقت ایک جماعت یہ کہہ کر اہل حق سے الگ ہو گئی کہ ہم تو صرف قرآن کو حکم مانتے ہیں بندوں کو نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیج کر سمجھانے کی کوشش کی لیکن نہیں سمجھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کر کے صفایا کر دیا۔

گمراہی کی بنیاد:

(۱) قرآن و سنت سمجھنے کے لیے اپنی مانتی پر بھروسہ کرنا بڑے بڑے مساجد کی سوچ کو غلط سمجھا (۲) قرآن و سنت کے ایک حصے کو لینا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ جیسے خوارج کو ان الحکم الا للہ۔ یہ آیت نظر آئی لیکن فاعملوا حکما من اہلہ و حکما من اہلہا یہ آیت نظر نہیں آئی جس سے فیہ قرآن کو فیصلہ بنانا ثابت ہوتا ہے اور جیسے اہل قرآن کو و نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء نظر آئی لیکن و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس یہ آیت نظر نہیں آئی جس سے حدیث کی بحیثیت ثابت ہوتی ہے، یاد رہے! اہل باطل قرآن و سنت کے ایک حصہ سے استدلال کرتے ہیں جب کہ اہل حق پورے قرآن و سنت کو پڑھ کر استدلال کرتے ہیں۔

ملحوظہ:

لوگ سمجھتے ہیں کہ خوارج ختم ہو گئے یہ غلط ہے آج بھی جو لوگ بڑے بڑے ائمہ کی سوچ پر بھروسہ نہیں کرتے وہ خوارج ہیں۔
(۵) معتزلہ کا تعارف:

اس فرقے کا بانی واصل بن عطا ہے یہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد تھا، حضرت سہب پڑھا رہے تھے اس دوران کسی نے سوال کیا کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت سوچ ہی رہے تھے کہ یہ واصل بن عطا بول پڑا کہ مرتکب کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اعتزل عنایہ ہم اہل سنت سے الگ ہو گیا پھر معتزلہ کے بھی بہت سے فرقے ہوئے (۱) مرجیہ (۲) قدریہ (۳) جبریہ (۴) جہمیہ (۵) کرامیہ وغیرہ۔

گمراہی کی بنیاد:

(۱) شریعت کے مقابلے میں عقل کا استعمال کرنا (۲) چودہ سو سال کے جمہور کی رائے کاٹ کر اپنی رائے قائم کرنا۔ جیسے مودودیت۔

(۶) ملاحدہ کا تعارف:

قرآن کے منکرین یا قرآن میں تحریف کرنے والے کو ملحد کہا جاتا ہے۔
جیسے شیعوں میں ایک فرقہ ہے اسماعیلہ ان کو باطنیہ بھی کہا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ قرآن کے ایک باطنی معنی ہے جسے صرف ان کا پیر جانتا ہے۔ مثلاً اقموا الصلوٰۃ وہ کہتے ہیں کہ صلاۃ سے نماز پڑھنا مراد نہیں بلکہ مائل ہونا مراد ہے۔

جیسے پرویزی ایک فرقہ ہے پرویز کی طرف منسوب ہے اس نے ایک تفسیر لکھی ہے جہاں جہاں علماء کا لفظ آیا ہے سائنس داں مراد لیے ہے۔ جنت سے سکون کا احساس اور جہنم سے سزا کا احساس مراد لیا ہے۔

جیسے سرسید نے یا جبال اوبی معہ سے پہاڑوں کا پڑھنا نہیں بلکہ آواز باز گشت مراد لی ہے۔

جیسے مولانا سعد کاندھلوی نے لیتفقہوا فی الدین سے فقہاء نہیں بلکہ تبلیغی افراد مراد لیا ہے۔ مزید تفصیل الحاد کی بحث میں آئیں گی۔ (ان شاء اللہ)

(۷) اہل حق کی تین جماعتیں * اشاعرہ * ماتریدیہ * سلفیہ

(۱) اشاعرہ کا تعارف:

اس جماعت کے بانی شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ ہے ۲۶۰ھ میں بصرہ

میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں والد کا انتقال ہو گیا والدہ نے مشہور معتزلی ابوعلی جبائی سے

نکاح کر لیا، حضرت اسی معتزلی کی آغوش میں پروان چڑھے لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت باپ سے بھی بڑے معتزلی بنیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا۔
اعتزال سے توبہ کا سبب:

ایک مرتبہ حضرت نے اپنے والد ابوعلی جبائی سے سوال کیا کہ ”آپ کا کیا خیال ہے ان تین بھائیوں کے بارے میں جن میں سے ایک فرماں بردار مرا، دوسرا نافرمان مرا اور تیسرا بچپن میں؟“ ابوعلی نے جواب دیا ”پہلا جنتی دوسرا جہنمی اور تیسرا نہ جنتی اور نہ جہنمی“۔ شیخ نے سوال کیا کہ ”اگر چھوٹا اللہ سے یہ کہہ دے کہ آپ نے مجھے بڑا کیوں نہیں ہونے دیا کہ میں جنت میں جاتا تو اللہ کیا کہے گا؟“ ابوعلی نے کہا ”کہ اللہ کہے گا کہ مجھے معلوم تھا کہ تو بڑا ہو کر نافرمانی کرے گا اس لیے تیری خیر اسی میں تھی کہ تو بچپن میں مرتا۔“ شیخ نے کہا کہ ”اگر جہنمی یہ کہہ دے کہ اللہ تو نے مجھے بچپن میں کیوں نہیں مارا کہ میں جہنم میں نہ جاتا اس پر اللہ کیا کہے گا؟“ ابوعلی ہکا بکا رہ گیا اسی وقت سے شیخ نے اعتزال کو چھوڑ کر مسلک حق کو فروغ دینے کے لیے جان لڑادی شیخ فقہ میں شافعی تھے اس لیے عقائد میں اکثر شوافع اشعری ہوتے ہیں۔
ہمارے لیے سبق:

کسی کے بارے میں جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے جب تک اللہ اور اس کا رسول خبر نہ دے دیں۔

(۲) ماتریدیہ کا تعارف:

اس جماعت کے بانی شیخ ابو منصور ماتریدی ہیں یہ ماوراء النھر کے ایک شہر ماترید ۳۲۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے کتاب التوحید، کتاب المقالات، کتاب

اوہام المعتزلہ لکھ کر ایسے مسائل جو معتزلہ کی ضد میں علم کلام کا جز بن گئے تھے خارج کر دیا۔ فقہ میں حنفی تھے اس لیے اکثر احناف عقائد میں ماتریدی ہوتے ہیں۔
(۳) سلفیہ:

اس جماعت کے بانی حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں اسی لیے اکثر حنابلہ فقہ کی طرح عقائد میں بھی آپ کی اتباع کرتے ہیں۔ حرمین میں جو لوگ ہیں وہ فقہ میں حنبلی اور عقائد میں سلفی ہیں۔

نوٹ: آج کے اہل حدیث بھی اپنے آپ کو سلفی یعنی حضرت امام احمد کی اتباع کرنے والا بتاتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ جھوٹ ہے۔ وہ کسی کی پیروی نہیں کرتے اس لیے ہم ان کو سلفی بلجزم کہتے ہیں یعنی بزرگوں کو بدنام کرنے والا۔
(۸) متکلمین کا تعارف:

مبدأ اور معاد کی معرفت کے لیے دین سماوی سے وابستہ ہو کر غور و فکر کا طریقہ اختیار کریں۔

(۹) مشائین (سائنس دان) کا تعارف:

مبدأ اور معاد کی معرفت کے لیے دین سماوی سے وابستہ نہ ہو کر غور و فکر کا طریقہ اختیار کریں۔

(۱۰) صوفیہ کا تعارف:

مبدأ اور معاد کی معرفت کے لیے دین سماوی سے وابستہ ہو کر ریاضت اور مجاہدے کا طریقہ اختیار کریں۔

(۱۱) اشراقين کا تعارف:

مبدأ اور معاد کی معرفت کے لیے دين سماوی سے وابستہ نہ ہو کر رياضت اور مجاہدے کا طريقہ اختيار کریں يعنی سادھو سنت۔

(۱۲) سوفسطائيه کا تعارف:

ہر وہ شخص جو بات بات میں غلطی کرے۔

(۱۳) سمنیہ کا تعارف:

بدھ مذہب کو یا بدھ مذہب کے پير کو یا بدھ مذہب کے بت کو سمنی کہا جاتا ہے۔

(۱۴) براہمہ کا تعارف:

براہمن سردار کی طرف منسوب قوم کو یا بت کے نام کی وجہ سے ان کو براہمہ کہا

جاتا ہے۔

مقدمہ کتاب

سوال: کیا چیزوں کی حقیقت ہے؟

جواب: جی ہاں! البتہ سوفسطائی اس کا انکار کرتے ہیں۔

سوال: چیزوں کی حقیقت کتنی چیزوں سے حاصل ہوگی؟

جواب: تین چیزوں سے (۱) حواس سے (۲) خبر سے پس خبر یا تو متواتر ہوگی یعنی اتنے لوگوں کی زبان پر وہ بات ہو کہ جھوٹ پر متفق ہونا متصور نہ ہو یہ خبر یقین کا فائدہ دے گی اور اس کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ یا خبر رسول ہوگی یہ یقین کا فائدہ دے گی لیکن اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہوگی۔ (۳) عقل سے۔

سمنیہ اور ملاحدہ: کا کہنا ہے کہ عقل سے چیزوں کی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی۔
دلیل: بڑے بڑے عقلمندوں کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے پس اگر عقل سے حقیقت حاصل ہوتی تو اختلاف نہ ہوتا۔

جواب: یہ اختلاف نظر کے فساد کی وجہ سے ہے نہ کہ عقل کے فساد کی وجہ سے۔

فنی اصطلاحات

- (۱) عالم: اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام موجودات کو عالم کہتے ہیں اس لیے کہ عالم اسم آلہ ہے جس کا مطلب ہے وہ آلہ جس سے اللہ تعالیٰ کو پہچانا جاسکے۔
- (۲) قدیم: وہ ذات جو ہمیشہ سے ہو جس کے وجود کی ابتدا نہ ہو۔
- (۳) حادث: وہ ذات جو ہمیشہ سے نہ ہو جس کے وجود کی ابتدا ہو۔
- (۴) قدیم بالذات: جو ذات کے اعتبار سے قدیم ہو یعنی جس کا وجود ذاتی ہو۔
- (۵) قدیم بالزمان: جو زمانے کے اعتبار سے قدیم ہو یعنی ہمیشہ سے ہو۔
- (۶) حادث بالذات: جو ذات کے اعتبار سے حادث ہو یعنی جس کا وجود غیر سے حاصل ہو۔
- (۷) حادث بالزمان: جو زمانے کے اعتبار سے حادث ہو یعنی ہمیشہ سے نہ ہو بعد میں وجود میں آیا ہو۔
- (۸) واجب الوجود: وہ ہے جس کا وجود ضروری ہو جیسے اللہ تعالیٰ۔
- (۹) ممکن الوجود: وہ ہے جس کا وجود نہ ضروری ہو نہ ممتنع ہو جیسے مخلوقات۔
- (۱۰) ممتنع الوجود: وہ ہے جس کا وجود محال ہو جیسے باری تعالیٰ کا شریک۔
- (۱۱) عین: وہ ہے جس کا تخیز مستقل ہو یعنی اپنے قیام میں کسی کا محتاج نہ ہو پھر عین یا تو مرکب ہو گا جیسے جسم یا غیر مرکب ہو گا جیسے جو ہر فرد۔
- (۱۲) عرض: وہ ہے جو اپنے قیام میں کسی کا محتاج ہو جیسے رنگ وغیرہ۔

(۱۳) تمیز: کسی چیز کا مکان میں ہونا کہ اس کی طرف اشارہ کر سکیں۔
(۱۴) جزء لا یتجزی: وہ جو ہر فرد ہے جو انتہائی چھوٹا ہونے کی وجہ سے قابل تقسیم نہ ہو جیسے ایٹم۔

(۱۵) صفت ذاتی: وہ صفت ہے جس کے بغیر اس ذات کا وجود نہ ہو جیسے انسان کے لیے حیوان اور ناطق۔

(۱۶) صفت فعلی یا عرضی: وہ صفت ہے جس کے بغیر اس ذات کا وجود ہو البتہ اس صفت سے ذات میں حسن پیدا ہو جیسے انسان کے لیے حافظ، عالم، قاری، مفتی ہونا۔

(۱۷) واحد شخصی: وہ واحد ہے جو کسی کلی کا جز ہو جیسے زید انسان کا جز ہے۔

(۱۸) واحد نوعی: وہ کلی ہے جس کے تحت بہت سارے افراد ہو اور سب کی حقیقت ایک ہو جیسے انسان۔

(۱۹) واحد جنسی: وہ کلی ہے جس کے تحت بہت سارے افراد ہو اور ہر ایک کی حقیقت مختلف ہو جیسے حیوان۔

(۲۰) فصل مقومہ: وہ ہے جو کسی چیز کو ہم جنسوں سے الگ کر کے وجود میں لے آئے جیسے ناطق انسان کو حیوان کے تمام افراد سے الگ کر کے وجود میں لایا۔

(۲۱) فاعل موجب: وہ چیز جس سے کوئی فعل خود بہ خود بلا اختیار صادر ہو، جیسے آگ سے جلانے کا فعل اسے علت موجبہ بھی کہتے ہیں۔

(۲۲) لزوم عادی: وہ چیزیں جو اکثر ساتھ میں پائی جائے کبھی الگ ہو جائے جیسے

آگ اور جلانا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ نے نہیں جلایا۔

(۲۳) لزومِ قطعی: وہ چیزیں جو ہمیشہ ساتھ میں پائی جائے کبھی جدا نہ ہو جیسے دو اور جفت۔

(۲۴) حجتِ اقناعی: وہ دلیل ہے جس سے عام طور پر لوگوں کو اطمینان حاصل ہو اسے حجتِ خطاب بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ واعظین اس طرز کو اپناتے ہیں یاد رہے اس سے کامل یقین حاصل نہیں ہوتا۔

(۲۵) سلبِ عموم: ایک مجموعے کی نفی ہونہ کہ ہر ہر فرد کی جیسے لاتدر کہ الابصار کافروں کی آنکھیں مراد ہے۔

(۲۶) عمومِ سلب: ہر ہر فرد کی نفی ہو۔

(۲۷) ضروری: وہ چیز ہے جو بغیر غور و فکر کے حاصل ہو۔

(۲۸) اکتسابی: وہ چیز ہے جو غور و فکر کے بعد حاصل ہو۔

(۲۹) بعد: (۱) وہ لمبائی، چوڑائی اور گہرائی جو جسم کے ساتھ قائم ہو (۲) وہ مکان جس میں کوئی چیز بھری جائے۔

(۳۰) ہیولی: وہ مادہ جو مختلف صورت اختیار کر سکے۔

آغازِ کتاب

بحث ذات باری تعالیٰ

دعویٰ (۱): اللہ تعالیٰ نے ہی عالم کو وجود بخشا ہے اور یہ نظام چلا رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خالق ہے مخلوق نہیں ہے۔

دلیل (۱): اگر اللہ تعالیٰ کو ممکن الوجود یعنی مخلوق میں سے مانیں گے تو وہ بھی عالم میں سے ہوگا پس وہ کیسے عالم کو پیدا کرنے والا ہوگا۔

(۲) اگر اللہ تعالیٰ کو عالم میں سے مانیں گے تو اللہ خود اپنی ذات کے لیے علامت بن جائے گا وہ اس لیے کہ عالم کہتے ہیں اس کو جو اللہ کی ذات کے لیے علامت ہو پس اللہ علامت اور ذو علامت ہو جائے گا۔

(۳) اگر اللہ تعالیٰ ہی خالق نہ ہوگا تو سلسلہ لازم آئے گا وہ اس طرح کے تمام مخلوقات کا خالق یا تو خود مخلوقات کا مجموعہ ہو اور یہ غلط ہے کیوں کہ کوئی اپنی ذات کا خالق نہیں ہوتا اب یا تو مخلوقات کے بعض کو بعض کا خالق مانے تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ وہ کسی اور خالق کا محتاج ہوگا پھر کسی کو خالق بنائیں تو وہ کسی اور خالق کا محتاج ہوگا اس طرح سلسلہ جاری رہے گا پس اس کو ختم کرنے کے لئے اللہ ہی کو خالق مان لیں۔ جیسے آج کے اینکر کہتے ہیں کہ اللہ کا خالق کرشنا بھگوان ہے ہم ان سے کہے گے کرشنا کا خالق کون ہے؟ اس طرح سلسلہ جاری رہے گا اس لئے ہم اللہ ہی پر روک لیتے ہیں۔

دہریہ کا دعویٰ: عالم کا کوئی خالق اور مدبر نہیں ہے یہ عالم اور اس کا نظام خود بہ خود چل رہا ہے۔

رد: پھر تو آپ کے گمان کے مطابق مجرم کو سزا نہیں دینی چاہیے اس لئے کہ وہ جرم کرنے کے بعد کہے گا کہ خود بہ خود ہو گیا اس طرح تو پورا عالم جرم سے بھر جائے گا۔ دعویٰ (۲) عالم کو پیدا کرنے والا اور چلانے والا ایک ہے۔

دلیل: اگر ایک نہ ہوگا تو ٹکراؤ لازم آئے گا اسی کو برہانِ تمناع کہا جاتا ہے وہ اس طرح کہ دو یا چند میں سے ایک رات چاہے گا دوسرا دن پس اس وقت دو شکلیں ہوں گی یا تو دونوں چیزیں بیک وقت حاصل ہو اور یہ نہیں ہو سکتا کیوں کہ ضدین کا اجتماع محال ہے یا تو ایک کی بات مانیں پس دوسرے کا عاجز آنا لازم آئے گا اور عاجز الہ نہیں ہو سکتا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں سمجھا رہا ہے لو کان فیہما الہة الا اللہ لفسدتا کہ اگر کائنات میں اللہ کے سوا چند معبود ہوتے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا لیکن چوں کہ کائنات کا نظام ٹھیک ٹھیک چل رہا ہے پس الہ بھی ایک ہے۔

مشرکین کا دعویٰ: عالم کا خالق تو ایک ہے لیکن نظام چلانے والے متعدد ہیں۔ دلیل: ایک چھوٹا سا ملک چلانے کے لئے متعدد لوگوں کا ہونا ضروری ہے تو کائنات کا نظام چلانے کے لئے بہ طریق اولی ضروری ہے۔

رد: قادر مطلق اللہ کو عاجز بندوں پر قیاس کرنا ہی بڑی جہالت ہے۔

یاد رہے! جو کوئی بھی اللہ کو بندوں پر یا بندوں کو اللہ پر قیاس کرے تو وہ بہت بڑا گمراہ ہے۔

دعویٰ (۳) عالم کو پیدا کرنے والا (اللہ تعالیٰ) قدیم (ہمیشہ سے) ہے۔

دلیل: اگر اللہ تعالیٰ قدیم نہ ہوگا تو حادث ہوگا اور حادث پہلے سے معدوم ہوتا ہے، اپنے

وجود میں غیر کا محتاج ہوتا ہے، پس اللہ بھی اپنے وجود میں غیر کا محتاج ہوگا پس اللہ تعالیٰ لامحالہ قدیم ہے۔

سوال: واجب الوجود اور قدیم دونوں ایک ہے یا الگ الگ؟

جواب: مفہوم کے اعتبار سے تو الگ ہے البتہ صادق آنے کے اعتبار سے اختلاف ہے۔

متقدمین: کا کہنا ہے کہ قدیم کا لفظ عام ہے اللہ کی ذات اور صفات دونوں پر بولا جاتا ہے جب کہ واجب کا لفظ صرف اللہ کی ذات پر بولا جاتا ہے۔

متأخرین: کا کہنا ہے کہ جس طرح قدیم عام ہے اسی طرح واجب بھی یعنی واجب کا لفظ اللہ کی ذات اور صفات دونوں پر بولا جاتا ہے۔

بحث صفات سلبیہ

یعنی اللہ تعالیٰ کا تعارف منفی انداز میں

دعویٰ (۱) اللہ تعالیٰ عرض نہیں ہے۔

دلیل: عرض بذات خود قائم نہیں ہوتا بلکہ اپنے قیام میں کسی محل کا محتاج ہوتا ہے پس اگر اللہ کو عرض مانیں گے تو اللہ اپنے قیام میں کسی محل کا محتاج ہوگا اور یہ اللہ کی شان کے خلاف ہے پس اللہ عرض نہیں ہے۔

دعویٰ (۲) اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے۔

دلیل: جسم مرکب اور متحیز ہوتا ہے پس اللہ بھی مرکب اور متحیز ہوگا اور یہ حدوث کی علامت ہے۔

دعویٰ (۳) اللہ تعالیٰ جو ہر نہیں ہے۔

دلیل: جو ہر یہ جسم کا جز ہوتا ہے اور مستحیز ہوتا ہے جب کہ اللہ ان چیزوں سے پاک ہے۔

سوال: فلاسفہ کے نزدیک جو ہر اس موجود کو کہتے ہیں جو کسی محل میں نہ ہو خواہ مستحیز ہو یا نہ ہو پس ان کی تعریف کے مطابق اللہ جو ہر ہو سکتا ہے؟

جواب: فلاسفہ جو ہر کو ممکن کے اقسام میں سے مانتے ہیں پس اگر فلاسفہ کی اصطلاح لیں تو اللہ بھی ممکن میں سے ہو جائے گا۔

سوال: کچھ لوگوں نے جسم کی تعریف کی ہے وہ جو بہ ذات خود قائم ہو اور جو ہر کی تعریف کی ہے ایسا موجود جو کسی محل میں نہ ہو، پس ان کی تعریف کے اعتبار سے اللہ کو جسم اور جو ہر کہنا چاہیے؟

جواب: نہیں کہہ سکتے ہیں کیوں کہ تین خرابیاں لازم آرہی ہیں (۱) قرآن و حدیث میں کہیں بھی یہ نام اللہ کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ (۲) جب بھی جسم اور جو ہر بولیں گے تو ذہن مرکب اور مستحیز کی طرف جائے گا (۳) فرقہ مجسمہ اور نصاریٰ کی تائید ہوگی جو اللہ کے لیے جسم مانتے ہیں۔

اللہ کے لیے کن ناموں کا استعمال درست ہے؟

(۱) جو نام قرآن و حدیث میں ہو۔

(۲) جو نام اجماع سے ثابت ہو۔

(۳) جو قرآن و حدیث اور اجماع سے ثابت شدہ نام کے ہم معنی ہو لیکن اس کے

لیے دو شرطیں ہیں (۱) کسی قوم کا شعار نہ ہو جیسے اوم صمد کے معنی میں ہے مگر ہندوؤں کا

شعار ہے (۲) اللہ کی شان کے خلاف نہ ہو جیسے خالق الخرزیر نہیں کہہ سکتے اس کے برخلاف خدا کہہ سکتے ہیں کیوں کہ یہ واجب الوجود کے ہم معنی ہے یعنی خود آنے والا۔
دعویٰ (۴) اللہ تعالیٰ نہ مصور ہے نہ محدود، نہ معدود ہے نہ متجزی یعنی جز والا، نہ مرکب ہے نہ متناہی، نہ ماہیت اور کیفیت سے متصف ہے۔

دلیل: یہ تمام چیزیں جسم کے خواص میں سے ہے اور اللہ جسم سے پاک ہے۔
دعویٰ (۵) اللہ تعالیٰ کسی مکان میں نہیں ہے۔

دلیل: ممکن کہتے ہیں کسی ممتد چیز کا خالی جگہ کو بھر دینا پس اگر اللہ تعالیٰ متمکن ہوگا تو ممتد (لمبا، چوڑا اور گہرا) ہوگا اور جو بھی ممتد ہوگا وہ ٹکڑا ہونے کو قبول کر کے گا جب کہ اللہ اس سے پاک ہے۔

دعویٰ (۶) اللہ تعالیٰ متحیز نہیں ہے۔

دلیل: اگر اللہ تعالیٰ کو متحیز مانے گے تو یا تو وہ ہمیشہ سے متحیز ہوگا پس اس حیز (جگہ) کا قدیم ہونا لازم آئے گا۔ نیز اللہ یا تو اس جگہ کے برابر ہوگا یا چھوٹا ہوگا پس اللہ متناہی ہو جائے گا اور اگر بڑا ہوگا تو کاٹنا لازم آئے گا۔

دعویٰ (۷) اللہ تعالیٰ کسی جہت میں نہیں ہے یعنی، نیچے، اوپر، آگے، پیچھے۔

دلیل: متکلمین کے نزدیک جہت جگہ ہی کا نام ہے جب اللہ جگہ یعنی مکان سے پاک ہے تو جہت سے بھی پاک ہوگا۔

دعویٰ (۸) اللہ تعالیٰ زمانی نہیں ہے۔

دلیل: زمانہ متغیر ہوتا ہے جب کہ اللہ تغیر سے پاک ہے۔

اہل حدیث کا دعویٰ:

اللہ تعالیٰ باعتبار ذات کے آسمان میں ہے۔

دلیل: (۱) قرآن مجید میں ہے اَنتُمْ مِّنْ فِی السَّمَاءِ یعنی کیا تم بے خوف ہو گئے اس ذات سے جو آسمان میں ہے (۲) حدیث پاک میں ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ایک باندی سے پوچھا اَیْنَ اللّٰهُ؟ باندی نے کہا فِی السَّمَاءِ۔

جواب: اگر اللہ آسمان میں ہے تو بتاؤ اللہ بڑا یا آسمان؟ اگر اللہ بڑا تو آسمان میں رہنے کے لیے اسے چھوٹا ہونا پڑے گا اور اگر آسمان بڑا اور اللہ چھوٹا تو اللہ متناہی ہو جائے گا اس سے بری بات کیا ہوگی۔

یاد رکھو! قرآن و حدیث میں فی السماء کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا کہ جب بھی کسی بڑی چیز کا انسان تصور کرتا ہے تو اس کا ذہن بلندی کی طرف اٹھتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کی ایک جماعت کا دعویٰ:

اللہ تعالیٰ باعتبار ذات کے کہاں ہیں اس میں ہم توقف کرتے ہیں البتہ اللہ تعالیٰ باعتبار صفات کے ہر جگہ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، دیکھتا ہے، سنتا ہے، وغیرہ

بحث صفات متشابہات

مجسمہ کا دعویٰ: اللہ تعالیٰ کے لیے ہماری طرح جسم ہے اور اللہ کے لیے جہت ہے۔

دلیل نقلی: قرآن مجید میں ہے ید اللہ فوق ایدہم۔ و یبقی وجہ ربک وغیرہ پس اللہ کے لیے جسم ہے اور جو مجسم ہوگا وہ جہت میں ہوگا۔

دلیل عقلی: جتنے بھی موجودات ہے وہ یا تو متصل ہو گے یا منفصل اور منفصل جہت میں ہوتا ہے اللہ اور عالم دونوں منفصل ہیں جب منفصل ہیں تو اللہ کسی جہت میں ہوا، متخیز ہوا مجسم ہوا۔

جواب دلیل نقلی کا:

قرآن و حدیث میں اللہ کے لیے ید اور وجہ جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ان سے ہماری طرح ہاتھ اور چہرہ مراد نہیں لیس کمثلہ شئی کی وجہ سے یعنی اللہ کے لیے ید ہے لیکن ہماری طرح نہیں ہے باطل ہمیشہ قرآن کے ایک حصے کو لیتا ہے دوسرے حصے کو چھوڑ دیتا ہے۔

دلیل عقلی کا جواب:

غائب (اللہ تعالیٰ) کو شاہد (عالم) پر قیاس کرنا بڑی جہالت ہے۔

اہل سنت والجماعت کا دعویٰ:

صفات متشابہات یعنی وہ صفات جو بندوں کے مشابہ ہیں اہل سنت کے متقدمین تفویض سے کام لیتے ہیں یعنی ان صفات کا ترجمہ کر کے مراد اللہ کے حوالے کرتے ہیں جب کہ متاویلین ان صفات کی تاویل کرتے ہیں تاکہ فلسفی ذہن رکھنے والے مطمئن ہو جائے جیسے ید کی تاویل نصرت سے اور استوی علی العرش کی تاویل نظام سنبھالنے سے کرتے ہیں۔

دعویٰ (۹) اللہ تعالیٰ کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے نہ ذات میں نہ صفات میں۔

دلیل: باری تعالیٰ فرماتا ہے لیس کمثلہ شئی ذات میں تو مشابہ نہیں ہے یہ تو ظاہر ہے اور صفات میں اس لیے کہ اللہ کی صفات میں تین چیزیں ہیں (۱) ذاتی ہونا

(۲) قدیم ہونا (۳) کلی ہونا۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں کسی کا وصف قدیم، ذاتی اور کلی نہیں ہو سکتا۔

نوٹ: ایک وصف میں مکمل طور پر شرکت سے ہی مماثلت اور مشابہت ہوگی اس لیے بریلوی حضرات اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ذاتی، کلی اور قدیم مانتے ہیں تو مشرک ہیں اور اگر عطائی اور ناقص یعنی تشریعات کا علم مانتے ہیں تو مشرک نہیں ہیں۔

بحث صفات ایجابیہ

صفات کی دو قسمیں ہیں (۱) صفت ذاتی: وہ صفت جس کے بغیر اس ذات کا وجود نہ ہو جیسے انسان کے لیے حیوان ناطق (۲) صفت عرضی: اشاعرہ کے نزدیک صفات ذاتیہ کل سات ہیں۔

(۱) حیات (۲) قدرت (۳) علم (۴) سمع (۵) بصر (۶) ارادہ (۷) کلام

ماتریدیہ کے نزدیک صفات ذاتیہ کل آٹھ ہیں وہ صفت تکوین کا اضافہ کرتے ہیں۔

خلاصہ: اشاعرہ کے نزدیک قدرت صفت مؤثرہ ہے یعنی اس کے ذریعہ چیزیں وجود میں آتی ہیں پھر صفت ارادہ کے ذریعہ ایک پہلو کو ترجیح دیتا ہے۔ جب کہ ماتریدیہ کے نزدیک صفت تکوین صفت مؤثرہ ہے یعنی اس سے چیزیں بالفعل وجود میں آتی ہیں صفت قدرت سے بالقوہ وجود میں آسکتی ہیں۔

صفات کے باب میں اصلاً تین جماعتیں ہیں

کل تین جماعتیں ہیں * اہل سنت والجماعت * معتزلہ * کرامیہ

(۱) اہل سنت والجماعت: اس کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات ہیں ماخذ

اشتقاق کے ساتھ ہیں اور ازلی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ عالم ہے اس لیے کہ صفت علم اللہ میں ہے۔

دلیل: اہل عرف اور لغت جانتے ہیں کہ جب بھی کسی کی طرف کسی چیز کی نسبت کی جائے تو وہ چیز اس میں موجود ہوتی ہے اور اس کی ذات سے زائد ہوتی ہے۔

(۲) معترکہ: کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات ہیں مگر ماخذ اشتقاق کے بغیر مثلاً اللہ عالم ہے مگر صفت علم اس میں نہیں ہے بلکہ معلومات سے تعلق کی وجہ سے عالم ہوا۔ اسی طرح کلیم ہے مگر صفت کلام اس میں نہیں ہے بلکہ بندوں میں کلام پیدا کرنے کی وجہ سے کلیم ہے۔

دلیل: اگر اللہ تعالیٰ میں صفت مانیں گے تو متعدد الہ ہونا لازم آئے گا۔

جواب: صفات کے تعدد سے ذات متعدد نہیں ہوتی جیسے ایک شخص کے قاری، عالم، مفتی، ہونے سے متعدد نہیں ہوتا۔

الزامی جواب: اگر تعلق اور پیدا کرنے کی وجہ سے اللہ عالم اور متکلم بن جاتا ہے تو سیاہ دیوار سے ٹیک لگانے والا کلو ہونا چاہیے کیوں کہ سیاہی سے تعلق ہوا اسی طرح دیوار میں سیاہ کالر لگانے والا کلو ہونا چاہیے کیوں کہ اس نے کالر پیدا کیا۔

سوال: معترکہ کی طرف سے: آپ اہل سنت نصاریٰ کو کافر کہتے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے تین قدماء ثابت کئے پس آپ اہل سنت ان سے بڑے کافر ہونے چاہیے کیوں کہ آپ نے ان گنت صفات مانی؟

جواب: نصاریٰ نے تو تینوں کا مستقل وجود مانا ہے ان کا کہنا ہے کہ اللہ کی صفت کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر گئی اور مستقل وجود اختیار کر گئی جب کہ ہم نے

صفات کا مستقل وجود نہیں مانا۔

نوٹ: ہمارا اور معتزلہ کا اختلاف صفات طاری میں نہیں ہے مثلاً غمہ آنا وغیرہ کیوں کہ یہ تو زائل ہونے والی ہیں بلکہ اختلاف صفات غیر طاری میں ہے۔
(۳) کرامیہ: کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات ماخذ اشتقاق کے ساتھ ہیں مگر حادث ہیں۔

دلیل: اللہ تعالیٰ مثلاً مسموع کے وجود میں آنے کے بعد سمیع بنا پس صفات حادث ہوئی۔
جواب: اللہ تعالیٰ پہلے سے سمیع تھا تعلق بعد میں وجود میں آیا پس تعلق حادث ہے نہ کہ صفات۔

بحث صفت علم

علم کی تعریف: علم ایسی صفت ذاتی ہے جس سے ایسی چیز منکشف ہو جس کو جانا جاسکے
صفت علم کے اس چیز سے تعلق کے وقت۔

کل تین جماعتیں ہیں * اہل سنت والجماعت * فلاسفہ * دہریہ
(۱) اہل سنت والجماعت کا دعویٰ: اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے یعنی اللہ تعالیٰ کلی، جزئی، ظاہر اور باطن ہر ایک کو جانتا ہے۔

دلیل: ان اللہ قد احاط بكل شیء علماً۔

(۲) فلاسفہ کا دعویٰ: اللہ تعالیٰ جزئیات کو نہیں جانتا صرف کلیات کو جانتا ہے۔

دلیل: جزئیات متغیر ہوتی ہے پس اگر اللہ جزئیات کو جانے کا تو اللہ کا علم متغیر ہوگا۔

جواب: یہ تغیر علم میں نہیں بلکہ تعلقات میں ہے جیسے آئینہ کے سامنے لوگ بدلتے

رہیں تو یہ تبدیلی آئینہ میں نہیں بلکہ تعلقات میں ہے۔

(۳) دہریہ کا دعویٰ: اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو نہیں جانتا۔

وسیلہ: جاننے کے لیے عالم اور معلوم کا الگ ہونا ضروری ہے یہاں الگ نہیں ہے۔

جواب: تعویذ کی دو قسمیں ہیں (۱) اعتباری (۲) حقیقی یہاں تغایر اعتباری ہے اور وہ کافی ہے جیسے انسان کا اپنے آپ کو دیکھنا۔

بحث صفت قدرت

قدرت کی تعریف: قدرت ایسی صفت ذاتی ہے جس سے اللہ تمام چیزیں وجود میں لائے مثلاً دن، رات۔

کل پانچ جماعتیں ہیں: اہل سنت والجماعت * فلاسفہ * نظام * بلخی * معتزلہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا دعویٰ: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یعنی اچھی، بری، بگنی، جزئی وغیرہ۔

وسیلہ: ان شاء اللہ علی کل شیء قدیر۔

(۲) فلاسفہ کا دعویٰ: اللہ تعالیٰ صرف ایک یعنی عقل کے پیدا کرنے پر قادر ہے باقی تمام چیزیں عقل سے وجود میں آتی ہے۔

وسیلہ: ضابطہ ہے کہ ایک سے ایک ہی صادر ہوتا ہے اس لیے اللہ سے ایک عقل صادر ہوئی۔

جواب: یہ ضابطہ اپنے پاس رکھو۔ ایک انسان سے کئی چیزیں صادر ہو سکتی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں۔

جواب تسلیمی: چوں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ان گنت صفات ہیں اس لیے ہر صفت سے ایک صادر ہو رہا ہے۔

(۳) نظام کا دعویٰ: اللہ تعالیٰ بری چیز کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے۔

دلیل: بری چیز پیدا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا برا ہونا لازم آئے گا۔

جواب: کوئی بھی چیز پیدائشی بری نہیں ہوتی بلکہ خارجی اسباب سے بری ہوتی ہے۔

(۴) بلخی کا دعویٰ: بندہ جس چیز پر قادر ہے اللہ اس کے مثل پر قادر نہیں۔

دلیل: اللہ مثل پر قادر ہوگا تو بندہ اور اللہ کے عمل میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا۔

جواب: زمین، آسمان کا فرق رہے گا اللہ کا فعل خلق ہے اور بندہ کا فعل کسب ہے۔

(۵) معتزلہ کا دعویٰ: بندہ جس پر قادر ہے اللہ اس پر قادر نہیں ہے۔

دلیل: اگر اللہ کو اس پر قادر مانیں گے تو ایک چیز دو قدرتوں کے تحت ہو جائے گی اور

یہ محال ہے۔

جواب: ایک چیز دو قدرتوں کے تحت ہو سکتی ہے اگر حیثیت بدل جائے، پس اللہ قادر

ہے اس پر خالق ہونے کی حیثیت سے اور بندہ کا سب کی حیثیت سے۔

بحث صفت سمع و بصر

سمع کی تعریف: ایسی صفت ذاتی ہے جس سے کسی چیز کو سنا جاسکے۔

بصر کی تعریف: ایسی صفت ذاتی ہے جس سے کسی چیز کو دیکھا جاسکے۔

(۱) اہل سنت والجماعت کا دعویٰ: اللہ تعالیٰ کا سننا اور دیکھنا مکمل طور پر ہوتا ہے نہ

کہ خیالی اور وہمی۔

(۲) فلاسفہ کا دعویٰ: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت سمع اور بصر نہیں ہے۔

دلیل: اگر یہ صفات مانیں گے تو حاسہ۔ ہوا کا کانوں کے سوراخ تک پہنچنا وغیرہ کا محتاج ہوگا۔

جواب: غیر مرئی (اللہ) کو مرئی (مخلوقات) پر قیاس کرنا ہی تو گمراہی ہے۔

ملحوظہ: مسموعات اور مبصرات کے بعد میں وجود میں آنے سے صفت سمع و بصر حادث نہیں ہوتی کیوں کہ مسموعات و مبصرات یہ تعلقات ہیں اور تعلقات حادث ہیں۔

بحث صفت ارادہ

ارادہ کی تعریف: وہ صفت ذاتی ہے جس کے ذریعہ دو برابر پہلو میں سے ایک کو ترجیح دی جائے مثلاً اللہ تعالیٰ دن اور رات پر قادر ہے پھر رات لے آئے تو یہ ارادہ ہے۔

(۱) اہل سنت و الجماعت کا دعویٰ: صفت ارادہ اور مشیت دونوں مترادف ہیں، قدیم ہیں نیز ارادہ کا مطلب حکم کرنا اور پسند کرنا نہیں ہے بلکہ ایک پہلو کو رائج کرنا ہے جیسے ایک بندہ اپنی صلاحیت لگا دے تو اللہ تعالیٰ ایمان اور کفر میں سے اس کے اندر پیدا کرتا ہے۔

(۲) معتزلہ کا دعویٰ: ارادہ کا مطلب حکم کرنا اور پسند کرنا ہے اسی لیے اللہ نے صرف ایمان کا ارادہ کیا ہے نہ کہ کفر کا۔

دلیل: کفر پسندیدہ نہیں ہے پس اللہ اس کا ارادہ کیسے کر سکتا ہے؟

جواب: ارادہ کا مطلب حکم نہیں ہے اگر حکم کرنا مانیں گے تو چوں کہ اللہ نے ہر مکلف کو ایمان کا حکم دیا ہے پس اس کا مطلب ہوگا کہ اللہ نے ہر ایک کے ایمان کا ارادہ کیا

ہے، اور یہ غلط ہے کیوں کہ اللہ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے وہ ضرور ہوتا ہے حالاں کہ بہت سے لوگ کافر ہیں اس سے تو اللہ کا عاجز ہونا لازم آئے گا۔

(۳) کرامیہ کا دعویٰ: اللہ تعالیٰ کی صفت مشیت تو قدیم ہے لیکن ارادہ حادث ہے۔

جواب: مشیت اور ارادہ دونوں ایک ہے جب مشیت قدیم ہے تو ارادہ بھی قدیم ہے۔

(۴) فلاسفہ کا دعویٰ: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ارادہ نہیں ہے یعنی اللہ فاعل بالارادہ

نہیں ہے بلکہ موجب بالذات ہے یعنی سارے کام ارادہ اور اختیار کے بغیر خود بہ خود

ہو رہے ہیں جیسے آگ سے جلانے کا کام خود بہ خود ہو رہا ہے۔

جواب: اگر اللہ موجب بالذات ہوگا تو عالم بھی قدیم ہو جائے گا اس لیے کہ موجب

بالذات ماننے کی صورت میں اللہ تعالیٰ علت ہوگا اور مخلوقات معلول اور علت معلول

میں تخلف نہیں ہوتا پس عالم بھی قدیم ہوگا۔

بحث صفت کلام

کلام کی تعریف: کلام ایسی صفت ذاتی ہے جو سکوت اور آفت کے منافی ہو۔

کلام کی دو قسمیں ہیں * کلام نفسی * کلام لفظی

کلام نفسی وہ کلام جو جی میں ہو۔

کلام لفظی وہ کلام جو کلام نفسی پر دلالت کرے، بولنے کے ذریعے یا لکھنے کے ذریعے

یا اشارے کے ذریعے۔

کلام کے باب میں چار جماعتیں ہیں * اہل سنت والجماعت * معتزلہ * کرامیہ

* حنابلہ۔

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفت کلام ہے، اس کے ساتھ ہے، ازلی ہے، حروف اور اصوات سے پاک ہے۔

(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفت کلام ہے مگر بندہ کے ساتھ لگی ہوتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ متکلم ہے اس معنی کر کے کہ اس نے کلام کو بندوں میں پیدا کیا ہے۔ رد: اگر کلام پیدا کرنے سے اللہ متکلم ہو تو دیوار پر سیاہ رنگ لگانے والا کلو ہونا چاہیے۔

(۳) کرامیہ کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفت کلام ہے، اس سے لگی ہوئی ہے، مگر حادث ہے۔

رد: تعلقات حادث ہے اور صفت ازلی ہے۔

(۴) حنابلہ کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفت کلام ہے، اس کے ساتھ قائم ہے، ازلی ہے، مگر حروف اور اصوات سے متصف ہے۔

رد: حروف اور اصوات تو حادث ہے، اس لیے کہ جب تک پہلا حرف ختم نہیں ہوتا تب تک دوسرے حرف کا تکلم نہیں کر سکتے، جو ختم ہو جائے وہ تو حادث ہو جاتا ہے اور حوادث کا قیام اللہ کی ذات کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

اہل سنت کے مابین اختلاف: اللہ تعالیٰ کا کلام جو قدیم ہے حروف اور اصوات سے پاک ہے کیا اس کو سنا جاسکتا ہے؟

(۱) اشاعرہ کا نظریہ ہے کہ خرق عادت کے طور پر یعنی اللہ تعالیٰ سنانا چاہے تو سنا جاسکتا ہے۔

دلیل: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اسی کلام نفسی کو سنا تھا اور اسی لیے ان

کو حکیم کہا جاتا ہے۔

(۲) کہ تردید یہ کیا نظریہ ہے کہ اس کو نہیں سنا جاسکتا، ہاں اس کلام نفسی پر جو کلام دلالت کرتا ہے اس کو سنا جاسکتا ہے۔

تردید یہ پر اعتراض: اگر اللہ تعالیٰ کے کلام نفسی کو نہیں سنا جاسکتا، تو موسیٰ علیہ السلام حکیم کیسے ہوئے، آپ کے مطابق تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام لفظی سنا ہے اور کو لفظی تو ہم بھی سنتے ہیں، پس ہمیں بھی حکیم کہنا چاہیے۔

جواب: چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام کتاب اور فرشتے کے واسطے کے بغیر سنا تھا اس لیے حکیم ہوئے اور ہم فرشتے کے واسطے سے سنتے ہیں اس لیے حکیم نہیں ہوئے۔

کلام کے ازلی ماننے پر معتزلہ کی طرف سے دو اعتراض

اعتراض (۱) اگر اللہ تعالیٰ کے کلام کو ازلی مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ازل میں آمر اور ناہی بھی ہوا لیکن بغیر مخاطب کے ہوا اور یہ تو پاگل پن ہے کہ سامنے کوئی نہ ہو اور بولتا رہے۔
جواب (۱) ہم اللہ تعالیٰ کو ازل میں صرف متکلم مانتے ہیں آمر اور ناہی تو اللہ بعد میں ہوا ہے اس لیے کوئی اعتراض نہیں۔

(۲) اور اگر مان لیا جائے کہ اللہ ازل میں ہی آمر تھا تب بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس لیے کہ مامور اس کے علم میں ہے، جیسے ایک بندے کے یہاں بچہ ہونے والا ہو اور وہ وہ شہی و ماغ میں پلان بنائے کہ اس کو یہ حکم دوں گا وغیرہ۔

اعتراض (۲) قرآن مجید میں ماضی کے صیغے سے خبر دی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز خبر دینے سے پہلے واقع ہو چکی ہے پس اگر کلام ازلی ہوگا تو جھوٹ لازم

آئے گا؟

جواب: یہ ماضی حال مستقبل سب بندوں کے اعتبار سے ہیں اللہ تعالیٰ زمانے سے پاک ہے اس لیے کوئی اشکال نہیں۔

نوٹ: اصل کلام ہے باقی سب یعنی امر، نہی، خبر، سب تعلقات ہیں اور تعلقات کے مختلف ہونے سے وہ صفت منکسر نہیں ہوگی۔

بحث خلق قرآن

کل تین جماعتیں ہیں: اہل سنت والجماعت، معتزلہ، غالی حنابلہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ یہ ہے کہ وہ قرآن جو کلامِ نفسی ہے وہ قدیم ہے اور کلامِ لفظی حادث ہے۔

(۲) معتزلہ کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن حادث ہے۔

نوٹ: معتزلہ کے دماغ میں یہ ہے کہ کلام کی ایک ہی قسم ہے اور وہ ہے کلامِ لفظی اس لیے وہ قرآن کو حادث کہہ بیٹھے۔

(۳) غالی حنابلہ کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن خواہ کلامِ نفسی ہو یا لفظی ہو قدیم ہے۔

اہل سنت والجماعت کی دلیل: قرآن مجید اور انبیاء کے اجماع سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور متکلم ہے تو یقیناً کلام اللہ کے ساتھ لگا ہوگا اور وہ کلامِ نفسی ہوگا وہ اللہ کی ذات کی طرح قدیم ہوگا کلامِ لفظی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ حادث ہے اور حادث کا قیام اللہ کی ذات کے ساتھ ممتنع ہے۔

معتزلہ کی دلیل: آپ کے اکابرین نے قرآن کی تعریف کی ہے منزل منقول

مکتوب مقرر مسموع اور محفوظ سے یہ سب حدوث کی علامتوں میں سے ہیں پس اس سے سمجھ میں آیا کہ قرآن حادث ہے۔

رد: ہمارے اکابرین نے یہ جو تعریف کی ہے وہ کلام لفظی کی کی ہے نہ کہ کلام نفسی کہ اور کلام لفظی کو تو ہم بھی حادث مانتے ہیں اس لیے آپ کی یہ دلیل حنابلہ کے خلاف تو بن سکتی ہے نہ کہ ہمارے خلاف۔

سوال: آپ کے مشائخ نے کلام لفظی کی تعریف کیوں کی اس سے تو سمجھ میں آرہا ہے کہ قرآن صرف لفظ کا نام ہے؟

جواب: چوں کہ احکام شرعیہ کا مدار لفظ پر تھا اسی لیے کلام لفظی کی تعریف کی اور انہوں نے یہ صراحت بھی کی کہ قرآن لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے لفظ کے معنی پر دلالت کے اعتبار سے۔

غالی حنابلہ پر رد: آپ نے کہا کہ کلام لفظی بھی قدیم ہے یہ بات گلے سے نیچے نہیں اترتی اس لیے کہ کلام لفظی بندے کا عمل ہوتا ہے مثلاً پڑھنا، لکھنا اور یاد کرنا اور بندے کا عمل متفاوت ہوتا ہے پس وہ قدیم کیسے ہوا۔

بحث صفت تکوین

تکوین کی تعریف: تکوین کہتے ہیں کسی معدوم کو عدم سے وجود کی طرف لانا۔
 دعویٰ ماترید یہ: صفت تکوین اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے ازلی یعنی ذاتی ہے۔
 دلیل: (۱) اگر صفت تکوین کو حادث مانیں گے تو حوادث کا قیام اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہوگا اور یہ ممتنع ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے آپ کو مکون یعنی خالق کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ صفتِ ازلی ہے۔

اشاعرہ کا اعتراض: اللہ تعالیٰ ازل میں خالق نہیں تھا۔

ماترید یہ کا جواب: تو کیا اللہ جھوٹ بول رہا ہے۔

اعتراض: نہیں اللہ جھوٹ نہیں بول رہا ہے، بلکہ خالق کے یہاں مجازی معنی مراد ہے، یعنی مستقبل میں پیدا کرنے والا ہے یا پیدا کرنے پر قادر ہے۔

جواب: جب حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہے تو مجاز کے طرف جانے کی کیا ضرورت ہے۔

(۳) اگر صفتِ تکوین حادث ہے تو پھر دوسری تکوین کی ضرورت پڑے گی اور دوسری

تکوین بھی حادث پس تیسری تکوین کی ضرورت پڑے گی اور سلسلہ لازم آئے گا اور یہ

محال ہے اور اگر آپ یہ کہے کہ دوسرے تکوین کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو حادث

محدث سے مستغنی ہو جائے گا۔

(۴) اگر صفتِ تکوین حادث ہے اور یہ اللہ کی ذات میں ہے تو اللہ تعالیٰ حوادث کا محل

ہو جائے گا اور اگر یہ صفتِ تکوین اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہیں بلکہ بندے کے ساتھ لگی

ہوئی ہے تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ بندہ خالق ہو جائے گا اس لیے لامحالہ ماننا پڑے گا

کہ صفتِ تکوین اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے ازلی ہے۔

نوٹ: صفتِ تکوین ازلی ہے عالم اور اس کے اجزاء کا بعد میں وجود میں آنا اس سے

صفتِ تکوین حادث نہیں ہوتی کیونکہ یہ سب تعلقات ہیں اور تعلقات کے حادث

سے اصل صفت حادث نہیں ہوتی۔

ملحوظہ: کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ جس طرح ضرب مضروب کے بغیر نہیں پایا جاسکتا

کیوں کہ دونوں لازم ملزوم ہے اسی طرح تکوین بغیر مکون کے نہیں پائی جانے کی اور مکون حادث ہے تو تکوین بھی حادث ہوگی۔

جواب: ماتن رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہے کہ تکوین مکون کا غیر ہے دونوں لازم ملزوم نہیں ہے۔ کیوں کہ جب دونوں غیر نہیں ہوں گے تو مکون مکون ہوگا اور مکون مکون ہوگا اور یہ محال ہے۔

بحث رؤیت باری تعالیٰ

دو جماعتیں ہیں: * اہل سنت والجماعت * معتزلہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ دنیا میں عقلاً اور نقلاً ممکن ہے اور آخرت میں نقلاً بھی ثابت یعنی آخرت میں اللہ کی رؤیت ضرور ہوگی۔

دنیا پر ممکن ہونے پر عقلی دلیل: کسی بھی چیز کو دیکھنے کی تین علتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) وجود (۲) حدوث (۳) امکان، ظاہری بات ہے کہ حدوث اور امکان عدمی ہے اور عدمی علت نہیں بن سکتی پس یقیناً وجود و علت ہوئی اور یہ علت اللہ تعالیٰ میں موجود ہے یعنی اللہ موجود ہے پس اللہ کو دیکھا جاسکتا ہے۔

دنیا میں ممکن ہونے پر نقلی دلیل: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب ارنی کے ذریعے دنیا میں رؤیت کا مطالبہ کیا تھا اور نبی محال چیز کا مطالبہ نہیں کرتا، پس اللہ کی رؤیت ممکن ہوئی۔

آخرت میں رؤیت کے ثبوت پر دلائل: [۱] قرآن مجید میں ہے الی ربہا ناظرہ یعنی قیامت میں کچھ چہرے اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔ [۲] حدیث پاک

ہے متواتر ہے انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر یعنی تم اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔ [۳] اجماع صحابہ۔
(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت نہ دنیا میں نہ آخرت میں نہ عقلاً نہ نقلاً ممکن ہے۔

دلیل (۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تدرکہ الابصار یعنی تمام آنکھیں اللہ کو نہیں دیکھ سکتی۔
جواب (۱) دنیا میں نہیں دیکھ سکتی آخرت میں نہ دیکھنے کی نفی کہاں ہے (۲) چلیے مان لیتے ہیں آخرت مراد ہے تو یہ تمام آنکھوں کا ترجمہ کہاں سے کیا یہاں کافروں کی آنکھیں مراد ہے (۳) چلیے سب کی آنکھیں مراد ہیں مگر لا تدرکہ کا ترجمہ نہ دیکھنے سے کیسے کیا؟ اس کا اصل ترجمہ ہے آنکھیں اللہ تعالیٰ کو کما حقہ نہیں دیکھ سکتی اور یہی ترجمہ اللہ کی شان کے مناسب ہے کیوں کہ اس میں اللہ کی مدح ہو رہی ہے۔
دلیل: (۲) کوئی بھی چیز اسی وقت دیکھی جاسکتی ہے جب وہ کسی مکان میں ہو جہت میں ہو اور رائی اور مرئی کے درمیان ایک معتدل مسافت ہو اور دیکھنے والے کی شعائیں مرئی سے متصل ہو اور یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ میں محال ہے بس اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا جاسکتا۔

جواب: یہ غائب (اللہ) کو حاضر پر قیاس کرنا ہے اس لیے یہ قیاس فاسد ہے اس لیے کہ یہ سب شرطیں شاہد یعنی غیر اللہ کو دیکھنے کی ہے۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو معراج میں دیکھا: کل تین جماعتیں ہیں
(۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کا ماننا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو معراج میں دیکھا ہے (۲) حضرت ماں عائشہ رضی اللہ عنہا

کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو معراج میں نہیں دیکھا (۳) آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو معراج میں دیکھا ہے لیکن کما حقہ نہیں دیکھا جیسے میں آپ سے کہوں کہ میں نے سورج کو دیکھا ہے لیکن کما حقہ نہیں دیکھا یہ تیسرا نظریہ بہتر ہے۔

دلیل: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اہل تری ربک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہو نور انا راہ اللہ تعالیٰ نور ہے میں نور کو کیسے دیکھ سکتا ہو پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا لیکن کما حقہ نہیں۔
خلاصہ: اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی رویت ممکن ہے۔

بحث خلق افعال عباد

کل تین جماعتیں ہیں * اہل سنت والجماعت * قدریہ * جبریہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ اچھے برے افعال کا خالق اللہ ہے بندہ کا سب ہے جیسے اللہ نے ایمان اور کفر دونوں کو پیدا کیا اور بندے کو اختیار دیا کہ ان میں سے جس کا بھی انتخاب کرنا چاہے کرے۔

خالق ہونے کے دلائل (۱): باری تعالیٰ کا فرمان ہے خالق کل شیء وہ ہر چیز کا خالق ہے خواہ خیر ہو یا شر ہو (۲) افمن یخلق کمن لا یخلق کیا وہ جو خالق ہے اس طرح ہو سکتا ہے جو خالق نہ ہو؟ یہ آیت مقام مدح میں ہے اور اللہ کی تعریف اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ ہی کو خالق مانا جائے۔ نیز صفت خلق کو عبادت کے استحقاق کی علت بنانا ہے یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اللہ ہی کو خالق مانا جائے۔

(۳) عقلی دلیل: اگر بندہ اپنے افعال کا خالق ہے تو اسے اپنے افعال کی تفصیل معلوم ہونی چاہیے مثلاً وہ کتنے قدم چلا کتنا تیز چلا وغیرہ وغیرہ لیکن اس کو تفصیل معلوم نہیں ہوتی اس لیے وہ خالق نہیں ہے۔

بندے کے کا سب ہونے کی دلیل: جزاء بما کانوا یعملون اس آیت کریمہ میں عمل کی نسبت بندے کی طرف کی ہے اگر بندہ کا سب نہ ہوتا تو بندے کی طرف عمل کی نسبت نہ ہوتی۔

(۲) قدریہ کا نظریہ ہے اچھے افعال کا خالق اللہ ہے لیکن برے افعال کا خالق اللہ ہے۔ دلائل: (۱) اگر برے افعال کا خالق اللہ کو مانیں گے مثلاً زنا کا خالق اللہ کو مانیں تو اللہ زانی ہو جائے گا۔

رد: زنا کو پیدا کرنے سے پیدا کرنے والا زانی نہیں ہوتا جیسے سیاہ کلر کے پیدا کرنے سے کوئی کلر نہیں ہوتا۔

(۲) اگر برے افعال کا خالق اللہ کو مانیں گے تو اللہ کی طرف برائی کی نسبت لازم آئے گی۔

رد: کوئی بھی چیز پیدائشی طور پر بری نہیں ہوتی غلط طریقے سے اختیار کی وجہ سے بری ہوتی ہے۔

(۳) فتبارک اللہ احسن الخالقین دیکھیے اللہ نے خود فرمایا کہ اللہ پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے معلوم ہوا کہ اللہ کے علاوہ اور بھی خالق ہے۔ نیز اللہ

تخلق من الطین یہ آیت بتا رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خالق تھے۔

رد: ان دونوں آیتوں میں خلق کے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی معنی یعنی جعل مراد

اور مجاز پر قرینہ کہیئتہ الطیر ہے یعنی پرندہ کی شکل بناتے تھے، روح ہم ڈالتے تھے۔
(۳) جبریہ کا نظریہ ہے کہ تمام افعال کا خالق اللہ ہے اور بندہ مجبور محض ہے۔
دلیل: تقدیر والی حدیثوں میں آتا ہے کہ ہر انسان کا ٹھکانہ لکھا جا چکا ہے اگر جنتی ہے تو جنت اور جہنمی ہے تو جہنم۔ دیکھیے اس سے معلوم ہوا کہ جو اللہ نے لکھا ہے وہی ہوگا بندے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

رو: اللہ تعالیٰ کے لکھنے کا مطلب وہ نہیں ہے جو آپ سمجھے ہیں بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم ہے کہ کونسا بندہ اپنے اختیار سے نیک اعمال کر کے جنت میں جائے گا اور کونسا جہنم میں اور یاد رہے اللہ کے جاننے سے بندہ مجبور محض نہیں ہوتا جیسے ڈاکٹر کسی مریض کے بارے میں کہہ دے کہ یہ دودن کا مہمان ہے اور دودن کے بعد وہ مر گیا تو کوئی بھی نہیں کہتا کہ ڈاکٹر نے مارا بلکہ اس کے کمالِ علم کی تعریف کرتے ہیں۔
رو: اگر بندہ مجبور محض ہے تو کسی کو جنت اور کسی کو جہنم میں ڈالنا اللہ تعالیٰ کو ظالم بنائے گا۔
اہل حق کی علامت: اعمال کرو لیکن اس پر بھروسہ نہ کرو اور اللہ کے فضل کی امید رکھو۔
اہل باطل کی علامت: عمل تو کرتے ہیں لیکن عمل پر ہی بھروسہ کر لیتے ہیں اللہ کے فضل کی امید نہیں رکھتے یا عمل ہی نہیں کرتے۔

سوال: جب قدریہ بندوں کو برے افعال کا خالق مانتے ہیں تو مشرک ہونے چاہئے؟
جواب: نہیں کیوں کہ مشرک ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ بندے کو اللہ کے خاص وصف میں برابر کا شریک مانے جب کہ یہ لوگ تو بندے کو اسباب کا محتاج مانتے ہیں۔
کسب اور خلق میں فرق: بندے کا کسی چیز کی طرف اپنی صلاحیت کو پھیرنا کسب ہے اور اس کے بعد فعل کو ایجاد کرنا خلق ہے مثلاً بندے کے دل میں نماز پڑھنے کا

داعیہ پیدا ہوا یہ کسب ہے اس کے بعد اللہ کا نماز کو پیدا کرنا خلق ہے۔

خلق اور جعل میں فرق: جعل کہتے ہیں بنانے کو اور خلق کہتے ہیں بنا کر اس میں روح ڈالنے کو۔

سوال: جبریہ کی طرف سے اہل سنت والجماعت پر: اگر آپ بندے کو کاسب اور اللہ تعالیٰ کو خالق مانتے ہیں تو ایک ہی چیز کا دو قدرتوں کے تحت ہونا لازم آ رہا ہے اور یہ محال ہے۔

جواب: محال نہیں ہے اگر جہت مختلف ہو یہاں ایک ہی چیز اللہ کے قدرت کے تحت ہے خلق کی جہت سے اور وہی چیز بندے کی قدرت کے تحت ہے کسب کی جہت سے۔

بحث استطاعت

نوٹ: لفظ استطاعت دو معنوں پر بولا جاتا ہے (۱) استطاعت اسباب اور آلات فی سلامتی کی وجہ سے (۲) استطاعت اس قدرت کی وجہ سے جس کو اللہ تعالیٰ بندے میں پیدا کرتا ہے جس کے ذریعے بندہ افعال اپنے اختیار سے بجالاتا ہے۔ اختلاف اس دوسری قسم میں ہے شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ قدرت یعنی داعیہ فعل کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ فعل سے پہلے جب کہ معتزلہ کا کہنا ہے کہ یہ قدرت یعنی داعیہ فعل سے پہلے ہوتا ہے۔

فیصلہ کن بات: حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ قدرت تاثیر کی تمام شرائط کے ساتھ ہو یعنی مضبوط ہو تو فعل کے ساتھ ہوگی اور اگر یہ قدرت تاثیر کی تمام شرائط کے ساتھ نہ ہو یعنی کمزور ہو تو فعل سے پہلے ہوگی۔

استطاعت اسباب اور آلات کی سلامتی کے ذریعے اس میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ استطاعت فعل سے پہلے ہوگی اس لیے کہ بندے کو عبادات کا جو مکلف بنایا جاتا ہے وہ اسباب، اعضاء، اور آلات کی سلامتی کی وجہ سے بنایا جاتا ہے اگر یہ فعل سے پہلے نہ ہوگی تو عاجز کو مکلف بنانا لازم آئے گا جیسے اسی بندے کو حج کا مکلف بنایا جائے گا جس کے پاس پیسے وغیرہ پہلے سے موجود ہو۔

اشیاء کی کل تین قسمیں ہیں: * محال بالذات * محال بالغیر * بندے کی طرف دیکھتے ہوئے ممکن ہو اگر چہ اللہ کے علم کی طرف دیکھتے ہوئے ممکن ہو۔

(۱) محال بالذات جیسے ضدین کو جمع کرنا: اللہ تعالیٰ بندے کو اس کا مکلف نہیں بناتا۔
(۲) محال بالغیر یعنی جو فی نفسہ ممکن ہو لیکن بندے سے عادتاً صادر نہ ہو جیسے ہوا میں اڑنا، اللہ تعالیٰ بندے کو اس کا بھی مکلف نہیں بناتے۔

(۳) بندے کی طرف دیکھتے ہوئے ممکن ہو اگر چہ اللہ کے علم کی طرف دیکھتے ہوئے ممکن ہو جیسے ابو جہل کو ایمان کا مکلف بنانا ابو جہل کے بس میں تھا اگر چہ اللہ تعالیٰ اس کے خلاف جانتے تھے اللہ تعالیٰ بندے کو اس کا مکلف بناتے ہیں۔

بحث خلق متولدات

نوٹ: ایک ہے، مارنا اور دوسرا ہے اس کے بعد تکلیف کا پیدا ہونا، پہلے کو فعل بطریق المباشرت کہتے ہیں اور دوسرے کو فعل بطریق التولید کہتے ہیں۔

کل رو جماعتیں ہیں: اہل سنت والجماعت، معتزلہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ فعل بطریق المباشرت یعنی مارنا اور فعل

بطریق التولید یعنی تکلیف دونوں کا خالق اللہ ہے بلکہ فعل بطریق التولید میں بندہ کا سب بھی نہیں ہے۔

(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ دونوں کا خالق بندہ ہے۔

فعل بطریق المباشرت کی تعریف: وہ فعل جو فاعل سے بلا واسطہ صادر ہو جیسے مارنا۔
فعل بطریق التولید کی تعریف: وہ فعل جو فاعل سے کسی فعل کے واسطے سے صادر ہو جیسے تکلیف مارنے کے واسطے سے صادر ہوئی ہے۔

بحث موت مقتول باجلہ

یعنی مقتول اپنے مقررہ وقت پر مرتا ہے یا قاتل اس کو پہلے مار دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اجل ایک ہے یا دو۔

کل دو جماعتیں ہیں * اہل سنت والجماعت * معتزلہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ مقتول اپنے وقت مقررہ پر مرتا ہے یعنی ۱ کی اجل ایک ہی ہے۔

دلیل: (۱) باری تعالیٰ کا فرمان ہے لكل امة اجل اذا جاء اجلهم لا يستأخروا ساعۃ ولا يستقدمون۔

(۲) بخاری شریف میں حدیث ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی زینب رضی اللہ عنہ سے کہا تھا حضرت زینب رضی اللہ عنہ کے بچے کی وفات کے وقت وہ عنده اجل مسمی۔

(۳) اگر قاتل کے ہاتھ میں موت ہے تو بہت سے لوگ لاکھوں زخم کھانے کے

پہلے نہیں مار سکتا۔

نہیں مرتے معلوم ہوا قاتل کسی کو وقت سے پہلے نہیں مار سکتا۔
مقتول وقت مقررہ پر نہیں مرتا بلکہ قاتل وقت سے پہلے اس کو

مار دیتا ہے گویا اجل دو ہے (۱) ایک اللہ کی طے کردہ (۲) ہنگامی

دلیل: (۱) احادیث میں ہے کہ نیکی انسان کے عمر میں اضافہ کرتی ہے مثلاً نیکی نہ کرتا

تو چالیس سال کی عمر ہوئی اور نیکی کی تو ساٹھ سال کی عمر ہوگی معلوم ہوا کہ اجل دو ہے

(۲) اگر قاتل نے مقتول کو نہیں مارا تو پھر سزا کیوں دی جاتی ہے سزا نہیں ملنی چاہیے

کیوں کہ آپ کے کہنے کے مطابق مقتول اپنے وقت پر مرا ہے۔

دلیل نمبر (۱) کا جواب: (۱) نیکی سے عمر میں حقیقی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ عمر میں برکت

ڈال دی جاتی ہے۔

(۲) یہ جو ہمیں کمی زیادتی نظر آرہی ہے یہ ہمارے ناقص علم کی وجہ سے ہے ورنہ اللہ کو

پہلے سے معلوم ہے کہ یہ نیکی کرے گا اور اس کی عمر ساٹھ سال ہوگی۔

دلیل نمبر (۲) کا جواب: مقتول تو اپنے وقت پر مرا ہے قاتل کو جو سزا مل رہی ہے وہ

غلط راستہ اختیار کرنے پر یعنی کسب کی بنا پر مل رہی ہے مثلاً ٹہنی کے ٹوٹنے کا وقت طے

تھا اور کو آ کر بیٹھا اور ٹہنی ٹوٹ گئی تو لوگ کہتے ہیں کہ کوئے نے قصور کیا۔

نوٹ: خود کشی کرنے والا اپنے وقت پر مرتا ہے اس کو سزا اس لیے دی جاتی ہے کہ اللہ

کے سامنے اپنی زندگی کو غلط طریقے سے پیش کرتا ہے، اس کے برخلاف مجاہد وہ بھی

اپنے وقت پر مرتا ہے لیکن انعام اس لیے ملتا ہے کہ وہ اپنی زندگی اللہ کے دربار میں

صحیح طریقے سے پیش کرتا ہے۔

کیا حرام رزق ہے؟

دو جماعتیں ہیں » اہل سنت والجماعت « معتزلہ۔

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ حرام بھی رزق ہے۔

دلیل: وما من دابة في الارض الا على الله رزقها یعنی ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے پس اگر حرام کو رزق نہیں مانیں گے تو مطلب ہوگا کہ جس نے زندگی بھر حرام کما یا اس کو اللہ نے روزی نہیں دی۔

(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ حرام رزق نہیں ہے۔

دلیل: (۱) اگر حرام کو رزق مانیں گے تو اللہ کی طرف حرام کی نسبت کرنا لازم آئے گا۔

(۲) اگر حرام رزق ہے یعنی اللہ نے دیا ہے تو حرام کھانے والے کو نہ ان کیوں مافی جاتی ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حرام پیدا نہیں کیا بلکہ بندہ غلط طریقے سے اختیار کر کے اس کو حرام بنا دیتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو حرام ملتی ہے جیسے باپ نے تجوینی میں سو روپے رکھے اور دو بیٹوں سے کہا کہ جو فلاں کام کرے گا اس کو ہم دیں گے پس ایک نے وہ کام کر کے سو روپے حاصل کیے اور دوسرے نے پتھر کر کے حاصل کیے۔ دیکھیں باپ نے تو حرام نہیں دیا۔

بحث ہدایت و اضلال

نوٹ: ہدایت اور اضلال کے دو معنی ہیں (۱) ہدایت یعنی سیدھا راستہ دکھانا اور

اضلال یعنی غلط راستہ دکھانا۔

(۲) ہدایت یعنی صحیح مطلوب تک پہنچانا اور اضلال یعنی غلط مطلوب تک پہنچانا۔

قول فیصل: جب بھی قرآن اور احادیث میں ہدایت یا اضلال کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کی طرف ہو تو راہ دکھانے کا معنی مراد ہوگا جیسے ان القرآن یهدی یعنی یہ قرآن سیدھی راہ دکھاتا ہے اور جیسے ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا یعنی ہمارے بڑوں نے غلط راستہ دکھایا۔

اور جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو تو باعتبار قرآن دو معنوں میں سے کوئی ایک معنی مراد ہوگا جیسے واما ثمود فهدیٰ لهم یہاں ہدایت کی نسبت اللہ کی طرف ہے اور راہ دکھانے کا معنی ہے اور قرینہ فاستحبوا العمیٰ ہے اور جیسے فان اللہ یضل من یشاء ویهدی من یشاء یہاں دوسرا معنی مراد ہے یعنی جب کوئی بندہ غلط راستہ اختیار کر کے اپنی صلاحیت ضائع کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں گمراہی پیدا کر دیتا ہے اور جو بندہ راہ راست اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ہدایت پیدا کر دیتا ہے اور قرینہ من یشاء ہے۔

نوٹ: معتزلہ صرف پہلا معنی مراد لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر دوسرا معنی یعنی گمراہی پیدا کرنا مراد لیں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف برائی کی نسبت لازم آئے گی لیکن یہ اس کی مشہور گمراہی ہے اس لیے کہ اللہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کوئی چیز بری نہیں ہے۔

بحث اصح للعبد

یعنی وہ چیزیں جو بندے کے لیے بہتر ہو۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ پر اس کا کرنا واجب ہے؟

دو جماعتیں ہیں: * اہل سنت والجماعت * معتزلہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ کوئی بھی چیز خواہ بندے کے لیے بہتر ہو یا نہ ہو اللہ تعالیٰ پر ضروری نہیں ہے ہاں اللہ تعالیٰ بندوں کیلئے ہمیشہ اچھا ہی کرتا ہے۔

(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ جو بندے کے لیے بہتر ہو اللہ پر اس کا کرنا ضروری ہے۔
دلیل: باری تعالیٰ فرماتے ہیں وکان حقاً علینا نصر المومنین ہم پر ضروری ہے مومنین کی مدد کرنا۔

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں کہہ سکتا ہے کہ ہم پر لازم ہے، بندے کون ہوتے ہیں اللہ پر لازم کرنے والے؟ یہی بات ہم آپ کو سمجھا رہے ہیں آپ ہمیں واجب کا مطلب سمجھائیے کیا اللہ اگر نہیں کرے گا تو آپ سزا دے گے؟ کیا اللہ پر واجب کر کے اللہ کو مجبور بنائے گے پھر کیا مطلب ہے۔

دلیل: (۲) اگر اللہ کو معلوم ہے کہ یہ چیز بندے کے لیے بہتر ہے تو پھر بھی نہیں دیتا تو بخل ہے اور اگر معلوم نہیں ہے تو یہ جہالت ہے۔

جواب: کیا تم اپنا حق سمجھتے ہو کہ اس طرح مانگ رہے ہو؟ ہمارا نظریہ تو یہ ہے کہ وہ دے دے تو فضل ہے اور نہ دے تو عدل ہے۔

بحث عذاب قبر

دو جماعتیں ہیں: * اہل سنت والجماعت * معتزلہ، روافض، غیر مسلمین وغیرہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ عذاب قبر برحق ہے۔

دلیل: باری تعالیٰ کا فرمان ہے النار یعرضون علیہا غدواً و عشیا و یوم تقوم

الساعة یعنی آلِ فرعون کو پیش کیا جاتا ہے آگ پر صبح و شام اور جس دن قیامت قائم ہوگی (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) تم داخل کرو آلِ فرعون کو سخت عذاب میں۔

طریقہ استدلال: (۱) اس آیت میں واو مغایرت کے لیے ہے جو یہ ثابت کرتا ہے کہ واو سے پہلے قیامت سے پہلے کا عذاب مراد ہے اور وہ عذاب قبر ہے (۲) مشکوٰۃ شریف میں ماں عائشہ کی روایت ہے کہ حضرت نبی پاک ﷺ نماز کے بعد اپنی دعا میں عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

(۲) بعض معتزلہ روافض اور غیر مسلمین کا نظریہ ہے کہ عذاب قبر برحق نہیں ہے۔

دلیل: انسان مرنے کے بعد جمادات کی طرح ہوتا ہے اس میں کوئی حیات نہیں ہوتی پس کیسے عذاب دیا جائے گا اور اگر دیا بھی گیا تو اس کو محسوس تک نہیں ہوگا نیز اس کو جلا بھی دیا جاتا ہے یا جانور کھا لیتا ہے پس عذاب کس کو ہوگا؟

جواب: (۱) متصوفین یعنی صوفیوں کا کہنا ہے کہ انسان جب مرجاتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے اندر سے روح اور اصلی مادے کو لے لیتے ہیں اور یہ روح دوسرے عالم کی طرف منتقل ہو جاتی ہے جس کو عالم برزخ کہا جاتا ہے پھر اس عالم کی فضاء کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اصلی مادے کو جسم مثالی عطا کرتا ہے پس عذاب یا نعمت روح، اصلی مادہ اور جسم مثالی کو ہوتا ہے اور دنیا میں جو جسم تھا وہ زائد تھا سرگل کر ختم ہو جاتا ہے اس کو عذاب نہیں ہوتا۔

(۲) محدثین کا کہنا ہے کہ اصل عذاب روح کو ہوتا ہے اور ضمناً ان اجزاء کو بھی ہوتا ہے۔ جو دنیا میں تھے اب وہ اجزاء خواہ مٹی میں رل مل جائے یا جلا دیے جائیں یا جانور کھا لے اللہ تعالیٰ ان اجزاء کو جانتا ہے نیز چاہے ہمیں عذاب نظر نہ آئے جیسے ایک

بندہ خواب میں دیکھے کہ کوئی اس کو مار رہا ہے پڑوس والے کو احساس نہیں ہوتا کہ یہ کھارہا ہے اس لیے کہ یہ معاملہ روح کے ساتھ ہو رہا ہوتا ہے۔

بحثِ بعث

کل دو جماعتیں ہیں: * اہل سنت والجماعت * فلاسفہ اور ہندو

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ زندہ کرے گا اور سب کو میدانِ محشر میں جمع کر کے حساب لے گا اور بعث کی شکل یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اجزائے اصلیہ کو جمع کر کے روح کو اس کی طرف لوٹا دے گا۔

دلیل: باری تعالیٰ کا فرمان ہے ثم انکم یوم القیمۃ تبعثون پھر تم کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

(۲) فلاسفہ اور ہندوؤں کا نظریہ ہے کہ انسانوں کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔

دلیل: ضابطہ ہے معدوم کا بعینہ اعادہ محال ہے جیسے گلاس ٹوٹ جائے تو بعینہ اس کا اعادہ نہیں ہو سکتا۔

جواب: (۱) یہ ضابطہ اپنے پاس رکھیے آپ کے اندر یہ قدرت نہیں ہے اللہ میں تو ہے کہ وہ معدوم کا بعینہ اعادہ کرے۔

جواب: (۲) ویسے بھی آخرت میں اعادہ بعینہ اسی جسم کا نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ اجزائے اصلیہ سے وہاں کی فضاء کے اعتبار سے جسم بنائے گا لہذا یہ معدوم بعینہ کا اعادہ نہیں ہوا۔

سوال: اگر کوئی انسان کسی انسان کو کھالے اس طور پر کہ ماکول آکل کا جز ہو جائے پس

اعادہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہے یا تو وہ اجزاء دونوں میں لوٹانے جانے اور یہ ہو نہیں سکتا کیوں کہ معلوم نہیں ہے کہ کس کا کونسا جز ہے یا پھر وہ سارے اجزاء ایک میں لوٹا دیے جائیں پس دوسرے کا اعادہ تمام اجزاء کے ساتھ نہیں ہوا؟

جواب (۱) یہ جو اجزاء کھالے گئے ہیں وہ تو زائد ہیں اعادہ تو اجزاء اصلیہ کا ہوگا اس لیے اجزاء زائدہ کو اگر کھالیا جائے یا جلادیا جائے یا زمین میں دفن کر دیا جائے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(۲) آج کی مشینیں بتا دیتی ہیں کہ کس کا کونسا جز ہے پس اللہ کے لیے کیا مشکل ہے۔ سوال: اسلام میں بھی آواگون یعنی پز جنم ہے کیوں کہ پز جنم کہتے ہیں ایک کی روح نکال کر دوسرے جسم میں ڈال دینا اور یہ چیز اسلام میں ہے کیوں کہ آخرت میں جنتی یا جہنمی کو لمبا چوڑا دوسرا جسم دیا جائے گا۔

جواب: یہ آواگون نہیں ہے کیوں کہ آخرت میں جو جسم ہوگا وہ دوسرا نہیں ہوگا بلکہ پہلے جسم کے اجزائے اصلیہ سے بنایا گیا ہوگا۔

پز جنم والوں سے سوالات:

سوال: (۱) یہ انسان کی روح نکال کر کتے میں کیوں ڈالی گئی اگر آپ کہے سزا کے لیے تب بھی آپ کی بات درست نہیں ہے کیوں کہ سزا احساس کو کہتے ہیں اور کتے کو احساس بھی نہیں ہے کہ میں پچھلے جنم میں گنہگار تھا۔

سوال (۲) جس کو سزا دی جا رہی ہو ان کی تو مدد نہیں کرنی چاہئے؟ پس آپ کے عقیدے کے مطابق جتنے معذورین ہیں ان کی مدد نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ وہ پچھلے جنم میں گنہگار تھے۔

بحثِ وزن

کل دو جماعتیں ہیں "اہل سنت والجماعت" معتزلہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ وزن برحق ہے۔

دلیل: "وانوزن یومئذ الحق قیامت کے دن وزن برحق ہے۔"

(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ وزن برحق نہیں ہے۔

دلیل: (۱) اعمال یہ اعراض کے قبیل سے ہے اور عرض کا کوئی وجود نہیں ہوتا پس اس کا وزن کیسے ہوگا؟

جواب: آج کے زمانے میں عرض کا وزن ہوتا ہے جیسے بخار وغیرہ کا اس لیے آپ کا کہنا درست نہیں ہے۔

دلیل: (۲) جب اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم ہے کہ کون کیا عمل کر کے آیا ہے پس وزن کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: ہر کام کی صرف ایک حکمت نہیں ہوتی بلکہ ایک سے زائد ہو سکتی ہے جیسے یہاں وزن کرنے کی ایک حکمت اگر معلوم کرنا ہے تو دوسری حکمت بندوں پر یہ حجت قائم کرنا بھی ہو سکتی ہے کہ دیکھو! تمہارے یہ اعمال ہے تم پر ظلم نہیں ہو رہا ہے۔

سوال: وزن کی کیا کیفیت ہوگی؟

جواب: قرآن میں "میزان" کا لفظ آیا ہے اور احادیث میں اس کی تشریح ہے کہ اس کی ایک زبان ہوگی اور دو پلڑے بس اس سے زیادہ اس کی کیفیت سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔

سوال: میزان ایک ہوگی یا کئی؟

جواب: رائج قول یہ ہے کہ ایک ہی ہوگی اور قرآن میں موازین تعظیم کے پیش نظر جمع لائے ہیں۔

سوال: کفار کے عمل کا وزن ہوگا؟

جواب: ہاں، تاکہ ان پر بھی حجت تام ہو جائے۔

بحث حوض

سوال: حوض ایک ہے یا دو؟

جواب: حقیقی حوض جنت میں ہے جیسے بخاری شریف، حدیث معراج میں ہے کہ میں ایک نہر کے پاس سے گزرا پس جبریل نے کہا یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا کی ہے اور اس کی شاخ محشر میں ہوگی جیسے مسلم شریف میں ہے کہ جنت سے میرے حوض میں دو پرنا لے جاری ہوں گے پس حقیقت کے اعتبار سے حوض ایک ہوا اور واقع ہونے کے اعتبار سے دو ہوا۔

سوال: حدیث پاک ہے جو اس حوض سے پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا اب سوال یہ ہے کہ جب پیاس ہی نہیں لگے گی تو جنت میں پانی پینے کا کیا فائدہ؟

جواب: پانی پینا دو مقصد کے تحت ہوتا ہے ایک پیاس بجھانے کے لیے دوسرا لذت حاصل کرنے کے لیے پس جنت میں لذت حاصل کرنے کے لیے پانی پیئے گا جیسے پھل یا تو غذا کے لیے یا لذت حاصل کرنے کے لیے کھاتے ہیں۔

بحث صراط

کل دو جماعتیں ہیں * اہل سنت والجماعت * معتزلہ
(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ میدانِ محشر سے جنت تک پل پر سے گزرنا
برحق ہے۔

دلیل: ترمذی شریف کے اندر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں
نے کہا اللہ کے رسول ﷺ! میں قیامت کے دن آپ کو کہا تلاش کروں؟
حضور ﷺ نے فرمایا تھا پل کے پاس نیز مسلم شریف کے اندر ابو سعید خدری رضی اللہ
عنہ کی حکما مرفوع روایت ہے کہ پل بال سے زیادہ باریک اور تلواریں سے زیادہ تیز ہے۔
(۲) معتزلہ کا دعویٰ ہے کہ پل صراط برحق نہیں ہے۔

دلیل: اولاً تو اتنی باریک چیز کو عبور کرنا ممکن نہیں ہے اور اگر ممکن بھی ہو تو مؤمنین کو سزا
دینا ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ پار کر دانے پر قادر ہے نیز اللہ تعالیٰ مؤمنین پر اس کو ایسا آسان
کر دے گا کہ احساس بھی نہیں ہوگا لیکن اس سے بہتر جواب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پل
سے گزارنا تصفیہ یعنی صفائی کے لیے ہوگا پس جو لوگ پہلے سے صاف ستھرے
ہوں گے وہ تو بجلی کی طرح گزر جائیں گے اور کچھ ایسے ہوں گے جن کے اعمال میں
کچھ نقص ہوگا وہ الجھتے الجھتے پار کریں گے اور کچھ مؤمنین ایسے ہوں گے جن کے اعمال
بہت خراب ہوں گے ان کو صفائی کے لیے جہنم میں بھیج دیا جائے گا اس لیے معتزلہ کا
تعذیب کے ذریعے دلیل پیش کرنا درست نہیں ہے۔

سوال: یہ پل حوض سے پہلے ہے یا حوض کے بعد؟
جواب: رائج قول کے مطابق حوض کے بعد ہے۔

بحث جنت و جہنم

کل دو جماعتیں ہیں: * اہل سنت والجماعت * فلاسفہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ یہ ہے کہ جنت اور جہنم برحق ہے۔

دلیل: ان المتقين فی جنت و عیون اور لہم نار جہنم جیسی آیتیں۔

(۲) فلاسفہ کا نظریہ یہ ہے کہ جنت اور جہنم نہیں ہے اور قرآن مجید میں جنت اور جہنم کا جو

لفظ بولا گیا ہے اس سے مراد روح کو لذت اور تکلیف پہنچانا ہے باقی آخرت میں جنت اور جہنم کا وجود نہیں ہے۔

دلیل: قرآن مجید میں جنت کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر بیان کی گئی ہے ظاہری بات ہے اتنی بڑی جنت عالم عناصر (دنیا) میں نہیں ہو سکتی کیوں کہ وہ چھوٹا ہے اور عالم افلاک میں بھی نہیں ہو سکتی ورنہ پھاڑنا اور جوڑنا لازم آئے گا اور عالم افلاک میں خرق و التیام نہیں ہو سکتا۔

جواب: تمہاری نئی نسل نے ثابت کر دیا کہ عالم افلاک میں خرق التیام ممکن ہے۔
اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ جنت ہے اور اکثر اکابرین کا کہنا ہے کہ جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر اور جہنم ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔

بحث جنت اور جہنم موجود ہیں

کل دو جماعتیں ہیں: * اہل سنت والجماعت * معتزلہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ جنت اور جہنم ابھی موجود ہیں

دلیل: (۱) حضرت آدم علیہ السلام کا جنت میں رہ کر آنا سب سے بڑی دلیل

ہے (۲) اعدت للمتقین فعل ماضی ہے جس کا حقیقی معنی ہے جنت تیار کی جا چکی ہے۔

(۳) لیلۃ المعراج میں حضور ﷺ کا جنت کو دیکھنا وغیرہ۔

(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ جنت اور جہنم قیامت کے دن بنائے جائیں گے ابھی موجود

نہیں ہیں۔

دلیل: تلک الدار الاخرۃ نجعلہا یہ آخرت کا گھر ہم بنائیں گے اس سے معلوم ہوا

ابھی موجود نہیں ہیں۔

جواب: نجعل یہ حال اور استمرار کا احتمال رکھتا ہے اور قاعدہ ہے جب احتمال آجائے

تو اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

دلیل: اگر جنت اور جہنم کو فی الحال موجود مانیں گے تو دو آیتوں میں تعارض لازم آئے گا

وہ اس طرح کہ اکلہا دائم والی آیت کہہ رہی ہے کہ پھل ہمیشہ رہیں گے اور کل

شیء ہالک والی آیت کہہ رہی ہے کہ ہر چیز قیامت کے دن ہلاک ہوگی اس لیے اس

تعارض کو ختم کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ جنت اور جہنم کو قیامت کے بعد مانا جائے۔

جواب: دونوں کو فی الحال ماننے کی صورت میں دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں

ہیں وہ اس طرح کہ قیامت کے دن ہر چیز تھوڑی دیر کے لیے ہلاک ہوگی اس کے

بعد فوراً وجود میں آجائے گی جیسے ہم کہتے ہیں کہ اس درخت پر ہمیشہ پھل رہتے ہیں

حالانکہ ہم توڑتے ہیں لیکن چوں کہ توڑنے کے بعد اس پر پھل آجاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہلاکت لحظہ اور دوام نوعی میں کوئی تعارض نہیں ہوتا۔

بحث بقاء جنت و جہنم

کل دو جماعتیں ہیں: * اہل سنت والجماعت * جہمیہ
(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ جنت اور جنتی، جہنم اور جہنمی کبھی فنا نہیں ہوں گے۔
ویل: خالدین فیہا ابدًا۔

(۲) جہمیہ کا نظریہ یہ ہے کہ وہ سب فنا ہو جائیں گے۔
رد: ان کی یہ بات قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

بحث کبیرہ

کبیرہ کی تعریف: سچ بات یہ ہے کہ کبیرہ کی تعریف نہیں کی جاسکتی البتہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو کام کے لیے بھیجا ہے (۱) اللہ تعالیٰ کی عظمت (۲) مخلوق پر شفقت پس جو گناہ ان دونوں کو جتنا پامال کرے گا اتنا بڑا گناہ ہوگا جیسے شرک اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سب سے زیادہ پامال کرتا ہے اس لیے سب سے بڑا کبیرہ ہے۔

اور جیسے جادو مخلوق پر شفقت کو سب سے زیادہ پامال کرنے والا ہے اس لیے بڑا کبیرہ ہوگا۔
نوٹ: یہاں کبیرہ سے کفر و شرک کے علاوہ کبیرہ مراد ہے۔

کل تین جماعتیں ہیں: * اہل سنت والجماعت * معتزلہ * خوارج

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ گناہ کبیرہ سے بندہ نہ تو ایمان سے نکلتا ہے اور نہ کفر میں داخل ہوتا ہے۔

دلیل: (۱) یا ایہا الذین امنوا توبوا دیکھیے اس آیت کریمہ میں گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان والا کہا (۲) مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا من کان یومن باللہ والیوم الآخر دخل الجنة وان زنا وان سرق دیکھیے اس حدیث میں زنا اور چوری کرنے والے کو دخول جنت کی بشارت دی گئی (۳) ایمان سے بندہ اس وقت نکالتا ہے جب وہ تصدیق کے منافی کام کرے، ظاہری بات ہے گنہگار جو گناہ کرتا ہے وہ تصدیق کے منافی نہیں ہے کیوں کہ وہ شہوت کے غلبے کی وجہ سے کرتا ہے نہ کہ حلال اور ہلکا سمجھ کر۔

(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے تو نکل جاتا ہے مگر کفر میں داخل نہیں ہوتا۔

ایمان سے نکلنے پر دلیل (۱): افمن کان مومنا کمن کان فاسقا دیکھیے اس آیت میں فاسق یعنی گنہگار کو مومن کا مقابل بنایا ہے معلوم ہوا کہ وہ مومن نہیں ہے۔ جواب: آیت کریمہ میں فاسق سے گنہگار نہیں بلکہ کافر مراد ہے کیوں کہ آگے آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم اس جہنم کی آگ کو چکھو جسکو تم جھٹلاتے تھے ظاہری بات ہے جھٹلانے والا تو کافر ہی ہوتا ہے۔

دلیل (۲) حدیث پاک ہے لا ایمان لمن لا ایمانہ لہ دیکھیے خیانت کرنے والے کو غیر مومن کہا۔

جواب: یہاں حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ یہاں دھمکانے کے لیے ناقص یعنی چھوٹی چیز کو کامل یعنی بڑی چیز کے درجے میں اتار دیا ہے۔

اور مجازی معنی لینے پر قرینہ وان زنا وان سرق والی حدیث ہے۔

کفر میں داخل نہ ہونے پر دلیل: گنہگاروں کو مومنین کے قبرستان میں دفن کیا جانا کافر نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

(۳) خوارج کا نظریہ ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر ہے بلکہ مرتکب صغیرہ بھی۔

دلیل: یوم من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الکفرون آیت میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جو قرآن کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے، ظاہر ہے کہ گناہ کرنے والا بھی قرآن کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا اس لیے وہ کافر ہے۔

جواب: فیصلہ نہ کرنا دو قسم کا ہے (۱) دل سے پس یقیناً یہ تو کافر ہے اور آیت میں یہی مراد ہے (۲) ظاہر سے، یہ آیت میں مراد نہیں ہے عمل نہ کرنے والا اول سے قرآن کے خلاف نہیں کرتا اس لیے وہ کافر نہیں ہے۔

دلیل (۲) ان العذاب علی من کذب وتولٰی اللہ فرما رہا ہے کہ عذاب تو مذبذب ہی کو ہوگا ظاہر ہے کہ عذاب گنہگار کو بھی ہوگا پس وہ مذبذب ہوا۔

جواب: آیت کریمہ میں عذاب سے حقیقی عذاب مراد ہے یعنی ایسا عذاب جس کے بعد دائمی نعمت نہ ہو ظاہر ہے کہ مومن کو ایسا عذاب نہیں ہوگا پس آیت سے وہ مراد نہیں ہے۔
دلیل (۳) حدیث پاک ہے من ترک الصلۃ متعذبا فقد کفر۔

جواب: یہاں بھی دھمکانے کے لیے ناقص کو کامل کے درجے میں اتار دیا ہے اس لیے حقیقی معنی مراد نہیں ہوگا اور مجاز پر قرینہ وان ذلوان سرق وان حدیث ہے۔

بحث عفو صغیرہ و کبیرہ

کل دو جماعتیں ہیں: اہل سنت والجماعت، معتزلہ

(۱) اہل سنت و الجماعت کا نظریہ ہے کہ اللہ چاہے گا تو مغائز اور لہ

کر دے گا خواہ تو بہ کے ساتھ ہو یا تو بہ کے بغیر۔ اے شرک کے۔

دلیل: وہ بظہر مادون ذلک لمن ہشاء آیت کریمہ میں ما عام ہے یعنی شرک کے علاوہ جو بھی گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ جو بندہ گناہ کبیرہ کرے اور تو بہ نہ کرے تو اللہ پر ضروری ہے کہ اس کی پکڑ کرے معاف نہ کرے۔

دلیل: (۱) قرآن مجید اور احادیث پاک میں گنہگاروں کے لیے وعید وارد ہوئی ہے پس اگر معافی کی بات کریں گے تو قرآن و احادیث کا جھوٹا ہونا لازم آئے گا۔

جواب منعی: ہم نے کب کہا کہ اللہ تعالیٰ تمام گنہگاروں کو معاف کر دیں گے بلکہ جس کو چاہیں گے معاف کریں گے ہاں اگر تمام کو معاف کرنے کی بات کرتے تو نصوص کا جھوٹا ہونا لازم آتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ وعیدیں اپنی جگی پر صحیح ہیں۔

جواب تسلیمی: ان آیتوں سے اتنا تو معلوم ہوا کہ گنہگاروں کو عذاب ہوگا اللہ تعالیٰ پر ضروری ہے یہ عقیدہ کہاں سے لائے؟ نصوص میں تو نہیں ہیں۔

دلیل (۲) جب گنہگار کو معلوم ہو جائے کہ گناہ پر اس کو سزا نہیں دی جائے گی بلکہ معاف کر دیا جائے گا تو وہ گناہ پر جری ہو جائے گا۔

جواب: یہ ایسا ہی ہے جیسا ایک بادشاہ نے اعلان کیا ہو کہ جو چوری کرے گا اس کی گردن اڑا دی جائے گی بعد میں بادشاہ نے کسی چور کو معاف کر دیا تو کیا کوئی اس معافی کو دیکھ کر چوری کرے گا؟ نہیں بلکہ وہ سوچے گا کہ ہو سکتا ہے اس کو معاف کر دیا مجھے نہ کرے۔

بحث خلف فی الوعد

یعنی یہ بات تو طے ہے کہ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا لیکن اللہ سے وعدہ خلافی ممکن ہے
یعنی اللہ تعالیٰ وعید کے بعد معاف کر دے؟

کل دو جماعتیں ہیں: اشاعرہ * ماتریدیہ
(۱) اشاعرہ کا نظریہ ہے کہ وعدہ خلافی اللہ کی طرف سے ممکن ہی نہیں بلکہ کرم ہے۔
(۲) ماتریدیہ کا نظریہ ہے کہ وعدہ خلافی ممکن نہیں ہے۔

ولیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما یبدل القول لدی یعنی میرے پاس بات بدلی نہیں
جائے گی پس اگر وعدہ خلافی مانیں گے تو بات کا بدلنا لازم آئے گا۔
جواب: ایسی آیتوں کے بعد ان شاء محذوف ہوگا یعنی اللہ چاہے گا تو نہیں بدلے گا اور
اگر چاہے گا تو بدل دے گا۔

بحث عقابِ صغیرہ

کل دو جماعتیں ہیں: اہل سنت والجماعت * معتزلہ
(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ صغیرہ پر پکڑ ممکن ہے خواہ صغیرہ کا مرتکب کبیرہ
سے بچتا ہو یا نہ بچتا ہو۔

ولیل: لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا حصہا یعنی نامہ اعمال صغیرہ کو بھی نہیں
چھوڑے گا اس کو محفوظ کرے گا ظاہر ہے کہ محفوظ کرنا پکڑ ہی کے لیے ہوتا ہے۔

(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ مرتکب صغیرہ جب کبیرہ سے بچتا ہو تو اللہ پر لازم ہے کہ اس

کو سزا نہ دے۔

دلیل: ان تجتنبوا کبائر ما تنهون عنه نکفر عنکم سیئاتکم یعنی اگر تم کبائر سے بچو گے تو ہم تمہارے صغائر معاف کر دیں گے۔

جواب: یہاں کبائر سے کفر مراد ہے یعنی اگر تم کفر سے بچو گے تو تمہارے صغائر معاف کر دیں گے۔

سوال: کبائر جمع کیوں لائے جب کہ کفر تو ایک ہے؟

جواب: کفر کی انواع بہت ہیں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کبائر جمع لائے۔

معتزلہ کو اصل جواب: اگر آیت کریمہ میں کبائر سے کبیرہ گناہ ہی مراد ہو تب بھی یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ پر ضروری ہے کہ عذاب نہ دے۔

بحث شفاعت

شفاعت کی دو قسمیں ہیں * شفاعت کبریٰ * شفاعت صغریٰ

(۱) شفاعت کبریٰ یعنی وہ شفاعت جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ حساب شروع کروائیں گے، شفاعت کبریٰ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ (۲) شفاعت صغریٰ حساب و کتاب کے بعد دیگر انبیاء صلحاء اور حفاظ کو حاصل ہوگی۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ بغیر شفاعت کے معاف کرنے اور درجات بلند کرنے پر قادر ہے تو شفاعت کا حق کسی بندے کو کیوں دے گا؟

جواب: اس بندے کو عزت بخشنے کے لیے۔ اس سے ان حضرات کی تردید ہوئی جو یہ سمجھتے ہیں کہ نبی اور ولی اللہ تعالیٰ کو مجبور کر دیں گے کہ فلاں کو جنت میں داخل کرے

اس کو جبری سفارش کا نظریہ کہتے ہیں اسلام اس کا قائل نہیں ہے۔

کل تین جماعتیں ہیں » اہل سنت والجماعت « معتزلہ « مشرکین اور بعض مسلمان۔

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک بندوں کو عزت بخشے

کے لیے گناہ کبیرہ کرنے والوں کے حق میں سفارش کا انعام دے گا۔

دلیل (۱) مسلم شریف، بخاری شریف وغیرہ میں حدیث ہے شفاعتی لاهل الكبائر

من امتی یعنی میری سفارش میری امت کے گنہگاروں کے لیے ہوگی (۲) فماتنفعهم

شفاعة الشافعیین یعنی کافرین کو کسی کی سفارش نفع نہیں دے گی اس کلام کا اسلوب

دلالت کرتا ہے کہ مومنین کو سفارش نفع دے گی خواہ وہ گنہگار ہو یا نہ ہو۔

(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ سفارش گنہگاروں کے لیے نہیں بلکہ نیک لوگوں کے

درجات بلند کرنے کے لیے ہوگی۔

دلیل (۱) ولا یقبل منها شفاعة یعنی قیامت کے دن کسی کی سفارش قبول نہیں کی

جائے گی۔

جواب: کسی کی سے مراد کافر کے حق میں کسی کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی اس

آیت کو کافر کے ساتھ خاص کرنا ضروری ہے تاکہ حدیث اور آیت میں تعارض نہ

ہو۔ (۲) ما للظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع یعنی ظالمین کے لیے کوئی سفارشی

نہیں ہوگا۔

جواب: اس آیت میں بھی ظالم سے مراد کافر ہے۔

الزامی جواب: آپ تو سفارش کے قائل ہیں درجاء کی بلندی کے معنی میں پس یہ

آیتیں تو آپ کے بھی خلاف ہے۔

(۳) مشرکین اور بعض مسلمانوں کا نظریہ ہے کہ ملائکہ اور نبیک بندے اللہ کو مجبور کر دیں گے۔

تروید: من ذالذی یشفع عنده الا باذنه یعنی کوئی اللہ کے حکم کے بغیر سفارش نہیں کر سکے گا چہ جائے کہ مجبور کرے۔

بحث مرتکب کبیرہ خلود فی النار

یعنی وہ مرتکب کبیرہ جو بغیر توبہ کے مرے کیا جہنم میں ہمیشہ رہے گا یا نہیں؟
کل دو جماعتیں ہیں اہل سنت والجماعت، معتزلہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ ایسا شخص کسی نہ کسی دن جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوگا۔

دلیل: فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ یعنی جو چھوٹی سی بھی نیکی کرے گا وہ اس کا فائدہ دیکھے گا اور ایمان سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہے پس وہ ضرور اس نیکی کا فائدہ دیکھے گا اور وہ جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہونے کی صورت میں ہوگا۔

(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

دلیل: ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدافہا یعنی جو کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔

جواب: (۱) ایسی آیتوں میں خلود سے ہمیشہ ہمیش رہنا مراد نہیں ہے بلکہ لمبی مدت ٹھہرنا مراد ہے جیسے عرب حضرات کہتے ہیں سجن مخلص یعنی لمبی مدت جیل میں رہنا (۲) یہاں بھی دھمکانے کے لیے ناقص کو کامل کے درجے میں اتار دیا گیا ہے یعنی

آیت کے حقیقی معنی مراد نہیں ہے اور قرینہ وان زنا وان سرق والی حدیث ہے۔

بحث ایمان

ایمان کے لغوی معنی: ایمان یہ امن کے باب افعال کا مصدر ہے اس کا معنی ہے جھوٹ اور مخالفت سے محفوظ کرنا۔

ایمان کی اصطلاحی تعریف: کل پانچ جماعتیں ہیں (۱) محققین (امام ابو حنیفہ وغیرہ) کا کہنا ہے وہ چیزیں جس کو نبی لے کر آئے ان کی دل سے تصدیق کرنا (۲) محدثین: ایمان تصدیق قلبی، اقرار باللسان اور عمل بالجوارح تینوں کا نام ہے البتہ تصدیق قلبی ضروری ہے باقی دو اجزاء سے خوبصورتی اور قوت پیدا ہوگی۔

نوٹ: محدثین اور محققین کے مابین حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ مقامی اختلاف ہے یعنی دونوں تصدیق قلبی کو ایمان کہتے ہیں لیکن محدثین کا مقابلہ مرجیہ سے ہوا تھا جو اعمال کو بیکار سمجھتے تھے اس لیے محدثین نے ایمان کی تعریف میں دو اجزاء بڑھائے اور محققین کا اختلاف معتزلہ اور خوارج سے تھا جو تینوں چیزوں کو ضروری کہتے تھے اس لیے محققین نے یہ تعبیر اختیار کی۔

دلیل: الا من اکره وقلبه مطمئن بالايمان یعنی جس کو مجبور کیا جائے کفر یہ کلمہ کہنے پر اور دل میں ایمان ہو تو وہ مومن ہے معلوم ہوا ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔

(۳) معتزلہ اور خوارج کا کہنا ہے کہ ایمان تصدیق قلبی، اقرار باللسان اور عمل بالجوارح تینوں کا نام ہے اور تینوں ضروری ہے ایک بھی فوت ہوگا تو ایمان نہیں رہے گا۔

دلیل: لايمان لمن لا امانة جیسی حدیثیں دیکھیے ایک جز یعنی عمل بالجوارح نہیں پایا

گیا تو ایمان بھی نہیں رہا۔

رد: یہاں ناقص کو کامل کے درجے میں اتارا گیا ہے حقیقت میں ایمان سے نکلنا مراد

نہیں ہے ورنہ وان زنی وان سرق والی حدیث کا کیا جواب دیں گے؟

(۴) کرامیہ کا کہنا ہے کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے۔

دلیل: حضرت نبی پاک ﷺ اور صحابہ اس شخص کے ایمان کا فیصلہ کرتے تھے جو

زبان سے کلمہ شہادت کہے۔

جواب: قرآن مجید تو صرف زبان سے اقرار کرنے والوں کو کافر کہہ رہا ہے ومن

الناس من يقول امنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين نیز صحابہ اور حضور ﷺ

جس طرح زبان سے اقرار کرنے والے کو مومن کہتے اسی طرح بعض اقرار کرنے

والوں کو منافق کہتے تھے پس معلوم ہوا حقیقی ایمان کے لیے محض زبان سے اقرار کرنا

کافی نہیں ہے۔

(۵) جہمیہ کا کہنا ہے کہ ایمان صرف جاننے کا نام ہے نہ کہ ماننے کا۔

جواب: قرآن کہہ رہا ہے يعرفونه كما يعرفون ابناءهم یعنی یہودی حضور ﷺ کو

اپنے بیٹوں سے زیادہ جانتے تھے پھر بھی ان کو مومن نہیں کہا پس معلوم ہوا ایمان

صرف جاننے کا نام نہیں ہے۔

بحث زیادتِ ایمان

یعنی کیا ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے؟ یا نہیں

کل دو جماعتیں ہیں * محققین * محدثین وغیرہ

(۱) محققین جیسے امام ابو حنیفہ وغیرہ کا نظریہ ہے کہ نفس ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی ہاں کیفیت ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

دلیل: ایمان کہتے تھے جتنی چیزیں شریعت نے دی ہے اس کی دل سے تصدیق کرتا پس اگر نفس ایمان میں اضافہ مانیں گے تو مطلب ہوگا آپ شریعت میں اضافہ کر رہے ہیں اور یہ تو بدعت ہے۔

اسی طرح اگر نفس ایمان میں کمی مانیں گے تو مطلب ہوگا کہ آپ بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر نہیں یہ تو غلط ہے۔

(۲) محدثین وغیرہ کا نظریہ ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

دلیل: باری تعالیٰ کا فرمان ہے وَاِذَا قَالَتْ عَلَيْهِمْ اٰیٰتُنَا لَا يٰۤاٰمِنُوْنَ جب مومنین پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے معلوم ہوا ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

جواب: یہ نفس ایمان میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ کیفیت ایمان میں اضافہ ہوا ہے۔

ملحوظہ: درحقیقت محدثین اور محققین کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے اس لیے کہ محدثین بھی قائل ہیں اس بات کے کہ نفس ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی اور محققین قائل ہیں اس بات کے کہ کیفیت ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

سوال: پھر اتنا بڑا اختلاف کیوں وجود میں آیا؟

جواب: محققین نے معتزلہ اور خوارج سے مقابلے کی وجہ سے صرف تصدیق قلبی کی تعبیر اختیار کی تھی جس کی بناء پر کچھ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ محققین اعمال کو بے کار سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات سراسر غلط تھی اس لیے کہ محققین میں خاص کر حضرت امام

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اعمال سے بھری پڑی ہے۔

بحث دخول اعمال فی الایمان

کل تین جماعتیں ہیں * اہل سنت والجماعت * معتزلہ اور خوارج * مرجیہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ اعمال حقیقی ایمان میں داخل نہیں ہے ہاں کمال ایمان میں داخل ہے یعنی عمل نہ ہونے سے وہ حقیقی مومن تو رہے گا مگر مومن کامل یعنی پہلے پہل جنت میں داخل ہونے والا نہ رہے گا۔

دلیل: (۱) ان الذین امنوا و عملوا الصلحت اس آیت کریمہ میں واو مغایرت کے لیے ہے جو دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہے۔ (۲) قرآن مجید اور احادیث میں اعمال نہ کرنے والوں کو مومن کہا گیا ہے جیسے وان زنی وان سرق والی حدیث۔

(۲) معتزلہ اور خوارج کا نظریہ ہے کہ اعمال حقیقی ایمان میں داخل ہے یعنی اگر عمل نہیں رہا تو ایمان بھی نہیں رہا۔

دلیل: لا ایمان لمن لا امانة له دیکھیے امانت والا عمل نہیں رہا تو حقیقی ایمان بھی نہیں رہا۔ جواب: اس حدیث میں کمال ایمان کی نفی ہے نہ کہ حقیقی ایمان کی، دلیل وان زنی وان سرق والی حدیث ہے۔

(۳) مرجیہ کا نظریہ ہے کہ اعمال نہ حقیقی ایمان میں داخل ہے نہ ایمان کامل میں یعنی گناہ کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

دلیل: حدیث پاک ہے من کان یومن باللہ والیوم الآخر دخل الجنة۔

جواب: اس حدیث میں دخول اول مراد نہیں بلکہ اگر گناہ کیے ہیں تو صفائی کے بعد داخل ہونا مراد ہے نیز اگر اعمال بیکار ہے تو فضائل اور وعید بیان کرنے کا کوئی مطلب نہیں رہا۔

بحث اتحاد اسلام اور ایمان

یعنی اسلام اور ایمان ایک ہے یا الگ الگ؟ اس بات میں تو سب کا اتفاق ہے کہ ایمان اور اسلام مفہوم کے اعتبار سے الگ الگ ہے اس لیے کہ اسلام کا مفہوم ظاہری فرماں برداری ہے اور ایمان کا مفہوم باطنی فرماں برداری ہے۔

اختلاف مصداق کے اعتبار سے ہے یعنی ایک دوسرے پر صادق آنے کے اعتبار سے۔ کل دو جماعتیں ہیں * پہلی جماعت کا کہنا ہے کہ دونوں ایک ہے۔

دلیل: فاخرجنا من كان فيها من المؤمنين فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين یعنی ہم نے لوط کی بستی میں سے مومنین کو نکالنا چاہا پس ہم نے مسلمین کے صرف ایک گھر کو پایا دیکھیے اس آیت کریمہ میں جس کو مومن کہا اسی کو مسلم کہا۔ * دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ دونوں الگ الگ ہیں۔

دلیل: (۱) قالت الاعراب امنوا ولم تؤمنوا ولكن قولوا اسلمنا دیکھیے اس آیت کریمہ میں دیہاتیوں کو مسلم تو کہا مگر مومن نہیں۔

جواب: ہمارا اور آپ کا اختلاف شرعی اسلام میں ہے جب کہ آیت کریمہ میں لغوی اسلام کی بات ہے اس لیے دلیل درست نہیں ہے۔

دلیل: (۲) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وبقیم

الصلوة وتؤتى الزكوة وتصوم رمضان وتحج البيت دیکھیے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام اعمال کا نام ہے نہ کہ تصدیق قلبی کا پس اسلام اور ایمان دونوں الگ الگ ہوئے۔

جواب: اس حدیث پاک میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تعریف نہیں کی ہے بلکہ علامتیں بیان کی ہیں اسی لیے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں سوال کیا گیا تو یہی جواب عنایت فرمایا، معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایمان اور اسلام کی تعریف نہیں کر رہے ہیں۔

قولِ فیصل: صحیح بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ بندوں کے لیے ایمان اور اسلام ایک ہے اس لیے کہ بندوں کو کسی کے دل کا حال معلوم نہیں ہے پس ہم جس کو ظاہر میں اعمال کرتا ہوا دیکھیں گے اس کو مومن بھی کہیں گے ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے دونوں الگ الگ ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ دل کا حال بھی جانتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ بندہ مسلم ہے مگر مومن نہیں۔

بحث استثناء اہل ایمان

یعنی وہ بندہ جو فی الحال مومن ہو وہ انا مومن حقا کہے یا انا مومن ان شاء اللہ کہے۔

کل تین جماعتیں ہیں * اشاعرہ * ماتریدیہ * صاحب کفایہ

(۱) اشاعرہ کا نظریہ ہے کہ انا مومن حقا کہنا مکروہ ہے بلکہ اس کو چاہیے کہ وہ انا مومن

انشاء اللہ کہے۔

دلیل: ایمان اور کفر میں اعتبار خاتمے کا ہے اور اس کا علم کسی کو نہیں ہے، اس لیے کہ

کے لیے بہتر ہے کہ اس معاملے کو اللہ کے حوالے کر دے۔

(۲) ماترید یہ کا نظریہ ہے کہ وہ انا مومن حقاً کہے اس کے لیے انا مومن ان شاء اللہ کہنا مناسب نہیں ہے۔

دلیل: صحابہ کرام اور اسلاف انا مومن حقاً کہتے تھے پھر کیسے مکروہ ہو سکتا ہے؟ نیز انا مومن ان شاء اللہ کہنا سامنے والے کے دل میں شک پیدا کرتا ہے اس لیے مناسب نہیں ہے۔

(۳) صاحب کفایہ انا مومن ان شاء اللہ کہنا جائز نہیں۔ دلیل دی ہے کہ جس طرح انا شاب ان شاء اللہ کہنا جائز نہیں ہے اسی طرح انا مومن ان شاء اللہ کہنا بھی جائز نہیں ہے۔
جواب: دلیل درست نہیں ہے اس لیے کہ ایمان اختیاری عمل ہے اور جوانی غیر اختیاری۔

قول فیصل: سچ بات یہ ہے کہ ماترید یہ نے حال کا اعتبار کیا ہے اس لیے انا مومن حقاً کہنے کو درست قرار دیا، اشاعرہ نے مستقبل کا اعتبار کیا اس لیے انا مومن حقاً کہنا مکروہ سمجھا۔

بحث رسالت

دعویٰ: رسول کو بھیجنا انسانیت کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور انسانیت پر بہت بڑی رحمت ہے۔

دلیل: اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور نامرضیات کو جاننا بغیر رسالت کے ناممکن ہے اس لیے کہ عقل انسان کو وہاں تک نہیں پہنچا سکتی۔

دعویٰ: رسول بشر ہوتا ہے۔

دلیل: باری تعالیٰ کا فرمان ہے قل انما انا بشر مثلکم یعنی میں تمہاری طرح ہی ایک بشر ہوں ہاں نبی عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقام کچھ اور ہی ہوتا ہے جیسے یاقوت پتھر ہی کی جنس ہے لیکن عام پتھروں کی طرح نہیں ہے۔
بریلویوں کا دعویٰ: حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار ذات کے نور ہیں۔
دلیل: باری تعالیٰ کا فرمان ہے قد جاءکم من اللہ نور و کتب مبین اس آیت کریمہ میں نور سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد ہے۔

جواب (۱) آیت کریمہ میں نور سے قرآن مجید مراد ہے کیوں کہ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد ہوتی تو یہدی بہ اللہ میں تشبیہ کی ضمیر لاتے۔
(۲) ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن اور احادیث کے ذخیرے میں لفظ نور قرآن مجید لیے استعمال ہوا ہے جیسے واتبعوا النور الذی انزل معہ اور جیسے فامنوا باللہ ورسو والنور الذی انزلنا۔

(۳) بخاری شریف میں باب الاختلاف کے تحت ۷۲۱۹ نمبر کی حدیث۔
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے ایک نور رکھا ہے جس ذریعے تم راہ پاؤں گے اسی نور کے ذریعے اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راہ دکھائی تھی۔
بریلویوں کی دلیل: (۲) حدیث پاک ہے ان اول ما خلق اللہ نوری یعنی فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔

جواب: یہ حدیث موضوع ہے (گھڑی ہوئی ہے)

بحث معجزہ و کرامت

یعنی اللہ تعالیٰ نبیوں اور ولیوں کی تائید کے لیے ان ہونی چیزیں ان کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتا ہے جس سے لوگوں کو علمِ عاوی حاصل ہوتا ہے۔
 خلاف عادت ظاہر ہونے والی چیزیں: (۱) معجزہ: یعنی وہ خلاف عادت چیز جو اللہ تعالیٰ مٹی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر کرے۔

(۲) کرامت: یعنی وہ خلاف عادت چیز جو اللہ تعالیٰ کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر کرے۔
 (۳) استدراج: یعنی وہ خلاف عادت چیز جو کسی برے انسان کے ہاتھ پر ظاہر ہوا اور اس کی غرض کے موافق ہو۔

(۴) ابانت: یعنی وہ چیز جو کسی برے انسان کے ہاتھ پر ظاہر ہو مگر اس کے مقصد کے خلاف ہو جائے جیسے مسلمانہ کذاب نے پانی میں گلی کی پانی کڑوا دیا جب کہ اس کا مقصد پانی کو میٹھا کرنا تھا۔

(۵) معونت: یعنی وہ خلاف عادت چیز جو عام مسلمان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ ظاہر کرے۔

معجزہ اور کرامت کے بارے میں عقیدہ: اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ ہے کہ معجزہ اور کرامت نبی اور ولی کے اختیار میں نہیں ہے جب اللہ چاہے تب ظاہر ہوتے ہیں۔

دلیل: (۱) باری تعالیٰ کا فرمان ہے وما کان لرسول ان یاتنی بایة الا باذن اللہ یعنی کوئی نبی اللہ کی چاہت کے بغیر کوئی نشانی نہیں لاسکتا۔

(۲) درحقیقت معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی تائید

کے لیے ان کے ہاتھوں ظاہر کر داتا ہے۔

آں حضرت مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے معجزات: (۱) قرآن مجید (۲) انی قوم کوزوال اور نہستی سے نکال کر بام عروج بخشا وغیرہ وغیرہ۔

بحث ختم نبوت

دعویٰ: سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

دلیل: جنت کو حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام کے لیے دار التکلیف بنایا گیا اور بذریعہ وحی امر و نہی کی گئی ظاہر ہے کہ جس کو دار التکلیف میں بذریعہ وحی امر و نہی کی جائے وہ نبی ہوتا ہے۔

دعویٰ: اہل سنت و الجماعت کا نظریہ ہے کہ آں حضرت مصلیٰ اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو قسم کا نبی نہیں بنایا جائے گا۔

دلیل: (۱) باری تعالیٰ کا فرمان ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین چودہ صدی کے مفسرین نے تفسیر کی ہے لا ینبأ بعدہ احد سے یعنی آپ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا۔ (حوالہ کشاف ص ۲۳۹ ج ۳)

(۲) حدیث پاک ہے انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ (ابوداؤد ص ۵۸۴)

(۳) حدیث پاک ہے انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی یعنی میں آخری ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (حوالہ مسلم شریف ص ۲۶۲ ج ۲ / ترمذی ص ۱۱۱ ج ۲)

دعویٰ قادیانی: آں حضرت مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے بعد غلام احمد ظلی نبی ہے نہ کہ حقیقی نبی۔

دلیل: (۱) قرآن مجید اور احادیث میں جہاں کہیں لا نبی آیا ہے مراد اس سے حقیقی

ہر کوئی نبی کی نگہ سے نہ کہ ناقص ظلی نبی کی۔

جواب: (۱) کے دو معنی آتے ہیں (۱) مطلق نفی اور یہ اس کے حقیقی معنی ہے (۲) کمال

یعنی سورہ مجازی معنی ہے آپ مجازی معنی لے رہے ہیں، قرینہ کیا ہے؟

پس: (۲) ہم دنیا میں کسی مفسر کو خاتم المفسرین کہتے ہیں اس کے بعد بھی کوئی بڑا

مفسر پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح خاتم النبیین کہنے کے بعد کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔

جواب: ہمارا علم تو ناقص ہے اس لیے بات بدلتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا علم تو کامل

ہے۔ اس نے خاتم النبیین کہا ہے پھر بھلا کیسے تبدیلی ہو سکتی ہے۔

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے نازل ہونا اس سے تو ثابت ہوتا

ہے کہ آں حضرت مسیح موعود خاتم النبیین نہیں ہیں۔

جواب: خاتم النبیین کا مطلب چودہ صدی کے مفسرین اور محدثین نے بیان کیا ہے

کہ آپ مسیح موعود کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو

پہلے ہی بنائے گئے ہیں۔

نوٹ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمانے کے بعد مقاما نبی ہی ہوں گے

عملاً شریعت محمدی کی اتباع کریں گے جیسے کسی ملک کا وزیر اعظم کسی دوسرے ملک

میں چلا جائے تو وہ مقام کے اعتبار سے تو وزیر اعظم ہی ہوتا ہے البتہ اسے اس ملک

کے قوانین پر چلنا ہوتا ہے۔

بحث مہدی

حضرت مہدی کا نام محمد والد کا نام عبد اللہ لقب مہدی ہے حضرت حسن کی نسل سے

ہوں گے۔

سوال: حضرت مہدی کا ظہور کب ہوگا؟

جواب: کسی غلیفہ کے انتہال کے وقت خلافت کے معاملے میں شدید انکاف ہوگا اس وقت حضرت مہدی مدینہ منورہ سے نکل کر مکہ مکرمہ چلے جائیں گے لوگ حضرت مہدی کو وہاں سے لے جا کر رکن اور مقام ابرہیم کے درمیان ان سے بیعت کریں گے۔ (ابوداؤد شریف عن ام سلمہ حدیث ۴۲۸۶)

سوال: حضرت مہدی کے کارنامے کیا ہوں گے؟

جواب: جب حضرت مہدی کے ظہور کی خبر سفیانی بادشاہ کو ملے گی تو شام سے حضرت مہدی کے خلاف لشکر بھیجے گا لیکن وہ لشکر مقام بیداء میں دھنسا دیا جائے گا ایک شخص بچ کر اس کی خبر سفیانی کو دے گا وہ لشکر کشی کرے گا اور قبیلہ بنو کلب کے لوگ سفیانی کا تعاون کریں گے مگر سب شکست کھائیں گے یہ آپ کا پہلا کارنامہ ہوگا۔ (ابوداؤد شریف عن ام سلمہ حدیث ۴۲۸۶)

آپ کا دوسرا کارنامہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ اہل روم (یورپین) مقام اعماق یا دابق میں پڑاؤ ڈالیں گے اس سے جنگ کرنے کے لیے مدینہ سے ایک لشکر روانہ ہوگا جو اس وقت روئے زمین پر سب سے بہتر ہوگا۔ (جنگ کی وجہ یہ ہوگی کہ کچھ اہل روم مسلمان ہو کر حضرت مہدی کے لشکر میں جا ملیں گے رومیوں کا مطالبہ ہوگا کہ وہ مسلمان ہمیں واپس کر دو لیکن ان کا مطالبہ قبول نہیں کیا جائے گا اور ایک تہائی شہید ہو جائے گا یہ اللہ کے نزدیک افضل ترین شہداء

ہوں گے اور ایک ٹکٹ کو اللہ فتح عطا کرے گا یہ حضرت مہدی کا دوسرا کارنامہ

(تفصیل کے لیے دیکھیے مسلم شریف حدیث ۲۸۹۷)

۱۱- (تفصیل کے لیے دیکھیے مسلم شریف حدیث ۲۸۹۷) حضرت مہدی کا تیسرا کارنامہ: حضرت مہدی کا یہ لشکر قسطنطنیہ (استنبول) فتح کرے گا، مال غنیمت تقسیم کر کے تلواریں زیتون کے درخت پر لٹکا کر بیٹھے ہوں گے کہ اچانک شیطان ان کے درمیان آ کر چیخے گا کہ دجال تمہارے پیچھے تمہارے گھروں پر آچکا ہے پس یہ لشکر ملک شام کی طرف روانہ ہوگا یہ خبر بظاہر جھوٹی ہوگی مگر جب یہ لشکر شام پہنچے گا تو دجال نکل چکا ہوگا حضرت مہدی فجر کی نماز پڑھانے کے لیے مصلے پر آچکے ہوں گے کہ اسی وقت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی پیچھے ہٹنے لگیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے آگے بڑھیے اور نماز پڑھائیے اس لیے کہ آپ کے لیے اقامت کہی گئی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے ابن ماجہ حدیث ۴۰۷۷)

حضرت مہدی کی وفات: حضرت مہدی ظہور کے ۹ سال بعد انتقال فرمائیں گے گویا اتنے بڑے بڑے کارنامے صرف نو سال میں انجام دیں گے۔

بحث عددِ انبیاء

دعویٰ: انبیاء کی تعداد متعینہ طور پر بیان نہیں کر سکتے مثلاً کوئی کہے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے تو یہ ٹھیک نہیں ہے بلکہ کم و بیش ۱۲۴۰۰۰ کہے۔

دلیل: (۱) باری تعالیٰ کا فرمان ہے منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک (مومن ۷۸) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ انبیاء کا ذکر کیا ہے

اور کچھ کا نہیں پس جب متعینہ طور پر حضور ہی کو نہیں معلوم تو ہم کیسے کہہ سکتے؟
 (۲) عدد کے باب میں جتنی بھی روایات ہیں وہ خبر واحد ہیں اور خبر واحد ظنی ہوتی
 ہے اور دلیل ظنی عقائد میں کافی نہیں ہوتی خصوصاً اس وقت جب روایات مختلف ہو۔
 (۳) عدد کو متعین کرنے سے نبی کا غیر نبی ہونا یا غیر نبی کا نبی ہونا لازم آتا ہے۔

بحث عصمت انبیاء

کل دو جماعتیں ہیں * اہل سنت والجماعت * حشویہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ انبیاء کفر سے مطلقاً اور عدا کبار سے معصوم ہیں۔
 دلیل: (۱) باری تعالیٰ کا فرمان ہے لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما
 تاخر (۲) اگر انبیاء کفر اور کبار سے معصوم نہیں ہوں گے تو لوگ ان کی باتیں قبول
 نہیں کریں گے۔

(۲) حشویہ کا نظریہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام عدا کبار سے معصوم نہیں ہیں (یعنی جان
 بوجھ کر انبیاء کبار کر سکتے ہیں)

دلیل: فعصی ادم ربہ فغوی یعنی آدم نے اپنے رب کی بڑی نافرمانی کی۔
 جواب: حضرت آدم علیہ السلام سے گناہ کبیرہ صادر نہیں ہوا بلکہ لغزش ہوئی اور لغزش
 کہتے ہیں اچھی نیت سے کام کرنا، مگر انجام کا برا ہو جانا حضرت آدم علیہ السلام کی نیت
 تھی کہ اس درخت میں سے کھا کر ہمیشہ اللہ کے قریب رہوں گا۔

سوال: جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے لفظ عصیان جو
 کہ بڑی نافرمانی کے لیے استعمال ہوتا ہے کیوں استعمال کیا؟

جواب: (۱) جب کسی بڑے مقام کے حامل شخص سے لغزش بھی ہو جاتی ہے تو وہ گناہ سمجھی جاتی ہے محبت اور قرب کے تقاضے کی وجہ سے۔

جواب (۲) اللہ رب العزت کو حق ہے کہ وہ لغزش پر بھی عصیان کا لفظ کہے یہ اس کا پیار ہے ہماشا کے لیے کوئی حق نہیں ہے کہ بڑے متکلم کے لفظ کو پڑھ کر کسی بڑی شخصیت کے بارے میں کوئی فیصلہ کرے، جیسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو حمار کہہ دے تو امتی کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ بھی اس بڑی ہستی کو حمار کہنے لگے۔

حشویہ کی طرف سے سوال: ابھی آپ نے کہا انبیاء عداً کبار سے معصوم ہوتے ہیں یہ ہمیں تسلیم نہیں ہے ہمارے پاس اس کے خلاف تین مثالیں ہیں (۱) موسیٰ علیہ السلام سے ظلم کا صادر ہونا یعنی قطبی کو مار ڈالنا (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انی سقیم کے ذریعے جھوٹ بولنا جب کہ حضرت بیمار نہیں تھے (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خود بت توڑ کر بڑے بت کی طرف توڑنے کی نسبت کرنا۔

جواب: کل تین چیزیں ہیں (۱) لغزش جو گناہ نہیں ہوتی بلکہ اچھی نیت سے ہوتی ہے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لغزش ہوئی نہ کہ گناہ (۲) تو یہ یعنی ایسا لفظ کہنا جس کے دو معنی ہو، متکلم کچھ اور مراد لے رہا ہو اور مخاطب کچھ اور یہ جھوٹ نہیں ہوتا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سقیم کا لفظ کہا جس کے دو معنی ہیں (۱) جسمانی بیمار (۲) روحانی بیمار حضرت ابراہیم علیہ السلام دوسرا معنی لے رہے تھے اور قوم پہلا معنی سمجھ رہی تھی (۳) ارخاء العنان: یعنی رسی ڈھیلی کرنا، داعی جب کسی غلط چیز کو ختم کرنا چاہتا ہے تو باطل کی غلط چیز کو بظاہر اپناتا ہے اسے ”ارخاء العنان“ کہتے ہیں پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بت کی طرف نسبت ارخاء العنان کے طور پر کی

تھی تاکہ قوم سوچ سکے کہ جو بت کچھ نہیں کر سکتا ہے وہ ان کے کیا کام آ سکتا ہے اس لیے نصوص میں جہاں کہیں انبیاء کی طرف معصیت محسوس ہو وہاں ان تینوں چیزوں کے ذریعے تاویل کریں گے۔

سوال: میدانِ محشر میں جب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس شفاعت کے لیے جائیں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے مجھ سے تین جھوٹ صادر ہوئے ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ نبی سے کبیرہ صادر ہو سکتا ہے۔

جواب: یہی تو نبی کی شان ہے کہ معمولی لغزش یا تور یہ صادر ہوا پھر بھی جھوٹ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے ڈر رہے ہیں یعنی خوفِ خدا میں ایک معمولی چک کو یا جائز عمل کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں۔

سوال: جب سارے انبیاء معصوم تھے تو صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عصمت کا اعلان کیوں کیا؟

جواب: علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ شفاعتِ کبریٰ کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے بڑھا سکے۔

سوال: عصمت کسے کہتے ہیں؟

جواب: گناہ کی صلاحیت کے باوجود گناہ سے اللہ بچالے اسے عصمت کہتے ہیں۔

دعویٰ: نبیوں میں سب سے افضل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دلیل: کتب صحاح میں حدیث موجود ہے انا سید ولدِ آدم ولا فخر یعنی میں تمام

انسانیت کا سردار ہوں اسی طرح ایک اور حدیث ہے وما من نبی یومئذ آدم فمن

سواہ الا تحت لوائی یعنی کوئی بھی نبی ہو خواہ آدم علیہ السلام یا اس کے سوا، قیامت

سنت میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

بحث ملائکہ

کئی تین جماعتیں ہیں » اہل سنت والجماعت « مشرکین « یہودی
اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہے اور معصوم ہیں۔
بئیل: باری تعالیٰ کا فرمان ہے لَا یَعْصُونَ اللّٰہَ مَا أَمَرَهُمْ نِیْزًا وَإِنَّا لَنَحْنُ الصّٰفِیْنَ۔
(۲) مشرکین کا نظریہ ہے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔
بئیل: کوئی دلیل نہیں ہے صرف انکل باتیں ہیں۔
(۳) یہودی کا نظریہ ہے کہ فرشتے اللہ کی مخلوق تو ہیں مگر معصوم نہیں ہیں ان سے کفر اور
کبیرہ صادر ہوا ہے۔

بئیل: (۱) ابلیس ملائکہ میں سے تھا اور اس نے کفر کیا۔

جواب: ابلیس ملائکہ میں سے نہیں بلکہ جن میں سے تھا سورۃ کہف میں ہے کان من
جن۔

بئیل (۲) ہاروت وماروت ملائکہ میں سے تھے ان سے زنا اور کفر صادر ہوا اسی
لیے ان کو مسخ کے ذریعے اللہ نے سزا دی۔

جواب: نہ ہی تو کفر صادر ہوا اور نہ ہی کبیرہ اور نہ ان کو سزا دی گئی یہ سب یہودیوں
کے مہاجھوٹ میں سے ہے، زہرہ ستارے کا جو واقعہ کتابوں میں منقول ہے امام
رازی کے بقول موضوع ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے ہاروت اور ماروت کو دنیا میں کیوں بھیجا؟

جواب: دو وجوہات ہو سکتی ہے (۱) یہودی حضرت سلیمان علیہ السلام کو جادو گر کہتے تھے اور الزام لگاتے تھے کہ سلیمان کی حکومت جادو کے بل پر ہے پس اللہ تعالیٰ نے ہاروت اور ماروت کو معجزہ اور جادو کے درمیان فرق بتانے کے لیے بھیجا:۔

(۲) یہودی غلام تھے آقا اور آقائی ان پر ظلم کرتے تو اللہ تعالیٰ نے میاں نبوی کے درمیان تفریق کروانے کے لیے ان دونوں کو بھیجا تا کہ یہودی ظلم سے بچ جائیں لیکن اس منحوس قوم نے نجات دہندہ عمل کو دوسروں کو نقصان پہچانے کے لیے استعمال کیا۔

سوال: یہ بات تو طے ہے کہ ہاروت اور ماروت کفر سکھاتے تھے پس اس سے ان دونوں کا یا تو کافر ہونا یا مرتکب کبیرہ ہونا ثابت ہوا؟
جواب: مطلقاً سحر کی تعلیم کفر نہیں ہے۔

بحث کتب

دعویٰ: اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی چار آسمانی کتابیں اتاری اور یہ چاروں نفس کتاب میں برابر ہے البتہ قرآن مجید اس اعتبار سے افضل ہے کہ اس کی تلاوت سب سے زیادہ کی جاتی ہے یا پھر اس وجہ سے کہ تورات زبور اور انجیل اللہ کی کتابیں ہیں اللہ کا کلام نہیں ہے جبکہ قرآن مجید اللہ کا کلام اور کتاب ہے۔

جیسے تمام سورتیں نفس قرآن میں برابر ہے البتہ بعض بعض سے افضل ہے یا تو اس وجہ سے کہ اس میں اللہ کا ذکر زیادہ ہے یا اس کا مضمون نرالہ ہے۔

بحث معراج

کل دو جماعتیں ہیں: * اہل سنت والجماعت * مشرکین وغیرہ

(۱) اہل سنت والجماعت بلکہ تمام مومنین کا نظریہ ہے کہ معراج روح اور جسم کے ساتھ بیداری میں ہوئی ہے۔

دلیل: (۱) باری تعالیٰ کا فرمان ہے سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بَعْدَہٗ پَاکَ ہِیْ وَہٗ ذَاتِ جِوَابٍ بِنْدَیْ کُورَاتٍ وَرَاتٍ لَّیْکَیْ دِکْہِیْ آیت میں عبد کا لفظ ہے اور عبد کا لفظ روح مع الجسم پر بولا جاتا ہے یعنی پورے انسان پر نہ کہ صرف روح پر۔

(۲) اگر یہ سفر روحانی ہوتا نہ کہ جسمانی تو اتنے سارے لوگ اس کو سن کر مرتد نہ ہوتے اس لیے کہ روحانی سفر تو ہر کوئی کر سکتا ہے۔

(۲) مشرکین وغیرہ کا نظریہ ہے کہ یہ سفر جسمانی نہیں تھا بلکہ صرف ایک خواب تھا یعنی روحانی سفر تھا۔

دلیل: (۱) باری تعالیٰ کا فرمان ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرٰیْنٰکَ وَدِکْہِیْ اِسْ آیت میں معراج کے سفر کو رؤیا یعنی خواب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جواب: رؤیا کی دو قسمیں ہیں (۱) رؤیا بالعين یعنی آنکھ سے ان ہونی چیز دیکھنا (۲) رؤیا بالقلب

اس آیت کریمہ میں ابن عباس کے بقول رؤیا بالعين مراد ہے (بخاری شریف)

دلیل (۲) ماں عائشہ سے روایت ہے کہ معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم گم نہیں یعنی جسم تو نہیں تھا۔

جواب: ماں عائشہ کی منشاء یہ ہے کہ معراج کی رات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم روح سے گم نہیں ہوا یعنی دونوں ساتھ تھے۔

حکم .. یعنی بیت اللہ سے بیت المقدس تک کا سفر: اس کا منکر کافر ہے کیوں کہ یہ

قرآن سے ثابت ہے۔

معراج یعنی بیت المقدس سے آگے تک کا سفر: نفس معراج کا منکر کافر ہے البتہ معراج کی تفصیل کا منکر گمراہ ہے کیوں کہ نفس معراج کا قدر مشترک متواتر ہے اور تفصیل معراج خبر واحد سے ثابت ہے۔

بحث کرامت

کرامت کی تعریف: وہ خلاف عادت چیز جو اللہ تعالیٰ متبع سنت کے ہاتھ پر ظاہر کرے۔

کل دو جماعتیں ہیں: اہل سنت والجماعت "معتزلہ

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ کرامت برحق ہے۔

دلیل: (۱) باری تعالیٰ کا فرمان ہے حضرت زکریا علیہ السلام کی بات نقل کرتے ہوئے یا مریم انی لک هذا یعنی اے مریم یہ بے موسم کے پھل کہاں سے آئے دیکھیے یہ حضرت مریم کی کرامت تھی۔

(۲) باری تعالیٰ کا فرمان ہے حضرت سلیمان کے ساتھی کی بات نقل کرتے ہوئے انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک یعنی میں بلقیس کا تخت پل جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا یہ آصف ابن برخیه کہ کرامت تھی۔

(۳) حضرت عمر کا منبر رسول پر بیٹھ کر نہاوند میں موجود لشکر کے امیر حضرت ساریہ کو پکارنا اور حضرت ساریہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام کو سننا پانچ سو فرسخ کی دوری کے باوجود یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔

(۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ کرامت برحق نہیں ہے۔

دلیل: اگر کرامت کو برحق مانیں گے تو کرامت اور معجزہ میں خلط واقع ہوگا یعنی دونوں گنڈم ہو جائیں گے پس نبی اور غیر نبی کا فرق باقی نہیں رہے گا۔

جواب: کرامت کہتے ہی ہے اس خلاف عادت چیز کو جو ظاہر ہو اس شخص سے جو نبی کے امتی ہونے کا دعویٰ کرتا ہو پس جب وہ خود نبی نہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو کیسے نبی اور غیر نبی میں فرق نہیں رہے گا؟ یہاں تک کہ اگر یہ شخص نبی کے امتی نہ ہونے کا دعویٰ کر لے تو یہ کرامت ہی نہ ہوگی۔

معجزہ اور کرامت میں فرق: (۱) نبی کو اس بات علم ہونا ضروری ہے کہ وہ نبی ہے جب کہ ولی کو ولی ہونے کا علم ہونا ضروری نہیں۔

(۲) نبی معجزہ کو ظاہر کرنے کا قصد کرتا ہے جب کہ ولی کے قصد کے بغیر کرامت ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۳) نبی کو اپنی سچائی کا یقین ہوتا ہے جب کہ ولی کو نہیں۔

بحث ترتیب خلافت

خلافت کی تعریف: دین کو قائم کرنا آں حضرت ﷺ کے نہج پر۔

نوٹ: اہل تشیع کے یہاں منصب امامت خاص ہے اور منصب خلافت عام ہے اسی لئے وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مانتے ہیں امام نہیں اس کے برخلاف اہل سنت کے یہاں منصب خلافت خاص ہے۔

خلافت بلا فصل میں اختلاف: کل دو جماعتیں ہیں * اہل سنت والجماعت * اہل تشیع

اہل سنت و الجماعت کا نظریہ ہے کہ آں حضرت سلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں۔

دلیل: (۱) بخاری شریف میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک عورت جو آں حضرت سلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی کام کے لیے آئی تھی اس سے آں حضرت سلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آئندہ اگر تو مجھ کو نہ پائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جانا۔ (حدیث ۲۲۰)۔

(۲) بخاری شریف ہی میں ماں عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مرض الوفا میں حضور سلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے نامزد کرنا چاہا مگر مجھ فرمایا کہ اللہ اور مومنین ابوبکر ہی کو خلیفہ بنائیں گے۔ (حدیث ۷۲۱)۔

(۳) حضور سلی اللہ علیہ وسلم نے نامزد اس لیے نہیں کیا تا کہ بعد کے لوگ بغیر مشورے کے کسی کو نامزد نہ کر دے۔

(۳) اجماع صحابہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی مقدس جماعت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ مہینے کے بعد برسر عام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس سے قوی دلیل اور کوئی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت کبھی بھی غلط کام پر اتفاق نہیں کر سکتی خاص کر حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا شیر خدا۔ (دیکھیے البدایہ والنہایہ)

ملحوظہ: اہل تشیع اس تیسری دلیل کو تسلیم نہیں کرتے اس کا کہنا ہے کہ حضور سلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف چار صحابہ ایمان پر باقی تھے (۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ (۲) سلمان رضی اللہ عنہ (۳) مقداد رضی اللہ عنہ (۴) علی رضی اللہ عنہ باقی سب مرتد ہو گئے تھے اس لیے ہم مرتدین کا اجماع قبول نہیں کرتے۔

یہودیوں سے کہیں گے تم تو یہود اور نصاریٰ سے بھی بدتر نکلتے کیوں کہ یہ دونوں
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو افضل مان کر حضرت موسیٰ
علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو کامیاب نبی مانتے ہیں جب کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
بارے میں ایسا گمان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت صرف چار پر ظاہر ہوئی گو یا حضور
کا کام نبی ثابت ہوئے۔

اہل تشیع کا نظریہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے خلیفہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابوہریرہؓ میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اے تھامن
بکت مولاہ فعلی مولاہ یعنی میں جس کا سردار ہوں پس علی بھی اس کا سردار ہے
دیکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سردار یعنی امام بنادیا تھا۔
جواب: آپ نے مولا کا ترجمہ سردار سے جو کیا ہے وہ غلط ہے تین دلیلوں کی وجہ سے

(۱) شانِ ورود کی وجہ سے، وہ اس طرح کہ حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ اور ان
کے ساتھ کچھ لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی عمل سے شکایت ہو گئی تھی جب
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ یہ غلط شکایت لوگوں کے دماغوں میں بدگمانیاں
پیدا کر رہی ہے تب آپ نے غدر خم میں یہ جملہ ارشاد فرمایا جس کا مطلب تھا، میں
جس کو محبوب ہوں علی بھی اسے محبوب ہونا چاہیے۔ (۲) سیاق و سباق سے یعنی اس

جملے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ اے
اے اللہ تو
ں کو جو علی کو دوست بنائے اور تو دشمن بنا اسکو جو علی کو دشمن

بنائے۔ (۳) سامعین اول سے یعنی اس جملے کے اولین سامعین یعنی صحابہ رضی اللہ عنہ نے مولیٰ کا ترجمہ دوست سمجھا اگر سردار سمجھا ہوتا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کا مسئلہ ہی نہ چھیڑتے۔

دلیل (۲) تبوک کے موقع پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نائب بنائے ہوئے فرمایا تھا کہ جس طرح ہارون موسیٰ علیہ السلام کے نائب تھے اسی طرح علی تو میرا نائب ہے۔ (ابن ماجہ)

جواب: اس واقعہ میں عارضی نیابت مراد ہے نہ کہ دائمی اس لیے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ سے پہلے وفات پا گئے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں تشبیہ عارضی نیابت میں ہے۔

بحث افضلیت ختنین

یعنی دو دامادوں (حضرت عثمان اور علی) میں سے کون افضل ہیں؟

کل تین جماعتیں ہیں (۱) حضرت علی افضل ہیں۔

دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔

(۲) توقف کیا جائے یعنی دونوں میں سے افضل کسی کو نہ مانا جائے۔

دلیل: توقف کی وجہ سے نہ تو کسی واجب میں خلل پیدا ہوگا نہ شریعت کا کوئی نقصان ہوگا۔

(۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں اور یہی رائے صحیح ہے۔

دلیل: صحابہ کرام کی مقدس جماعت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دیا

ہے اب اگر توقف کریں گے تو صحابہ کو خطا وار ٹھہرانا لازم آئے گا۔

خلافت کی کیا شکل رہی؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت انصار اور مہاجرین کے اتفاق رائے سے طے پائی جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زندگی سے مایوس ہو گئے تو آپ نے انصار اور مہاجرین میں سے فن خلافت کے ماہرین کو جمع فرما کر مشورہ کیا سب کی اتفاق رائے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام طے پایا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خط لکھوایا جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تاکید فرمائی (حوالہ: صواعق محرقہ) حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہا کہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی سے راضی نہیں ہوں گے۔ (حوالہ: تاریخ ابن عساکر) پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو اس فن کے ماہرین یعنی چھ افراد کے مشورے پر چھ میں سے کسی ایک کے لیے خلافت کو چھوڑ دیا۔ وہ چھ افراد یہ تھے (۱) عثمان (۲) علی (۳) عبدالرحمان بن عوف (۴) طلحہ (۵) زبیر (۶) سعد ابن ابی وقاص پھر ان میں سے پانچ نے حضرت عبدالرحمان ابن عوف کو فیصل بنایا حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ نے فرداً فرداً ملاقات کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے پسند فرمایا پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو مہاجرین اور انصار کے کبار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک کی خلافت فن خلافت کے ماہرین کے مشورے کے بعد طے

شیعہوں سے سوالات: اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت امت سے انتشار کو ختم کرنے کے لیے کی تھی حقیقت میں تو علی رضی اللہ عنہ ہی حقدار تھے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ کے ہاتھ پر امت سے انتشار کو ختم کرنے کے لیے بیعت کیوں نہیں کی؟

سوال (۲) اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ناحق تھی ناجائز تھی تو اس میں ہونے والی تمام کاروائیاں ناجائز ہونی چاہئے جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ کی اور اس سے ایک باندی حاصل ہوئی جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحبت کی اور اس سے محمد ابن الحنفیہ پیدا ہوئے اب آپ بتائیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صحبت کرنا جائز تھا اگر جائز تھا تو خلافت بھی جائز ہوئی اور اگر ناجائز تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ معصوم نہ ہوئے اور محمد ابن الحنفیہ حرامی ہوئے۔

سوال (۳) اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت ناجائز تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہونے والی تمام کاروائیاں ناجائز ہونی چاہیے جب کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ایران کی جنگ سے ایک شہزادی حاصل ہوئی تھی اس سے صحبت کی اور اسی کے بطن سے علی زین العابدین جیسے متقی ولی پیدا ہوئے اب آپ بتائیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا صحبت کرنا اگر جائز تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی جائز ہے اور اگر ناجائز تھا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ معصوم نہ رہے اور حضرت علی زین العابدین حرامی ہوئے۔

سوال (۴) حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو صلح کی تھی وہ درست تھی یا نہیں؟ اگر درست تھی تو آپ کو بھی حضرت امیر معاویہ کو امیر تسلیم کر لینا چاہیے تھا اور اگر درست نہیں تھا تو حضرت حسن معصوم نہ رہے۔

بحث مدتِ خلافت

بنی خلافت کی مدت کتنی ہوگی؟

جواب: مسلسل تیس سال تک خلافت رہے گی اس کے بعد کبھی خلافت ہوگی کبھی نہیں ہوگی۔

دلیل: حدیث پاک ہے الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم یصیر بعدها ملکا عضواً یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ مسلسل خلافت تیس سال رہے گی اس کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی۔

اور ایک دوسری حدیث ہے کہ دین برابر قائم رہے گا یہاں تک کہ تم میں بارہ خلفاء ہوں گے سب کے سب قریشی ہوں گے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیس سال کے بعد بھی خلافت ہوگی، لیکن مسلسل نہیں ہوگی اور آخری خلیفہ حضرت مہدی ہوں گے۔

نوٹ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر ضرور ہے مگر خلیفہ نہیں ہے کیوں کہ آپ کے دور میں اقامت دین آں حضرت ﷺ کے نہج پر نہیں رہا اس کے خلاف حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ تھے مگر وہ اس کے باوجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیروں کی دھول کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔

مشاجرات صحابہ

یعنی صحابہ کرام کے درمیان میں ہونے والے اختلافات۔

سب سے پہلے نزاع یعنی جھگڑا اور اختلاف کے مابین فرق سمجھنا ضروری ہے۔

* نزاع کہتے ہیں اس ٹکراؤ کو جو نفس و شیطان کی شرارت کی بنیاد پر ہو۔

* اختلاف کہتے ہیں اس ٹکراؤ کو جو اللہ کو راضی کرنے کی بنیاد پر ہو۔

پس اس فرق سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کے درمیان ہونے والا ٹکراؤ نزاع نہیں بلکہ

اختلاف تھا جس اختلاف نے ہمیں حق کی بنیاد پر آپس میں ٹکرانا سکھایا گویا صحابہ کے

اختلاف میں بھی رحمت ہے۔

اور وہ اختلاف یہ تھا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ قاتلین عثمان سے

فوری طور پر قصاص لیا جائے تاکہ مفسدین کا زور ختم ہو جائے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی رائے تھی کہ پہلے تمام لوگ بیعت کر کے حضرت کو مضبوط کریں تاکہ امت میں

سے انتشار اور مفسدین کا زور ختم ہو۔

بحث امامت

کل دو جماعتیں ہیں * اہل سنت والجماعت * اہل تشیع

(۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ (۱) مخلوق پر امام مقرر کرنا واجب ہے اگر امام

مقرر کرنا ممکن ہو اس لیے کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مقرر نہ کرنے پر سخت

وعید بیان فرمائی ہے (۲) یہ ہے کہ امام ظاہر ہو چھپا ہوا نہ ہو تاکہ لوگ اپنے مسائل حل

کروا سکے۔ (۳) یہ ہے کہ جب قریشی اور غیر قریشی دونوں باصلاحیت ہو تو قریشی کو امام بنایا جائے اور اگر قریشی باصلاحیت نہ ہو تو باصلاحیت غیر قریشی کو بھی امام بنایا جاسکتا ہے۔ (۴) یہ ہے کہ قریشی سے بنو ہاشم اور اولادِ علی ہی ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ نذر بن کنانہ کی اولاد سے ہونا کافی ہے۔ (۵) یہ ہے کہ امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے (۶) یہ ہے کہ امام کا اہل زمانے میں سے افضل ہونا ضروری نہیں ہے (۷) یہ ہے کہ امام مکمل پاؤں (طاقت) رکھتا ہو (۸) فسق کی وجہ سے امام معزول نہیں ہوگا۔

(۲) اہل تشیع کا نظریہ یہ ہے کہ (۱) اللہ پر امام مقرر کرنا واجب ہے اس لیے کہ امام مقرر کرنے سے امت کو فائدہ ہوگا اور بندوں کو فائدہ پہنچانا اللہ پر ضروری ہے۔

جواب: (۱) اگر امام مقرر کرنا اللہ پر ضروری ہوتا تو کوئی بھی زمانہ امام سے خالی نہ ہوتا جب کہ کچھ زمانے امام سے خالی رہے (۲) بیشک امام مقرر کرنا بندوں کے لیے سود مند ہے لیکن اس وقت جب امام ظاہر ہو آپ کے امام مہدی تو چھپے ہوئے ہیں؟ گویا تم نے خود ثابت کر دیا کہ اللہ نے بندوں کو فائدہ نہ پہنچا کر واجب ترک کیا۔

(۲) یہ ہے کہ امام ہاشمی یا علوی ہو۔

جواب: کہاں سے یہ شرط لے آئے حدیث پاک ہے الائمة من قریش اور قریش نذر بن کنانہ کی اولاد کا نام ہے نہ کہ صرف ہاشمی اور علوی کا۔

(۳) امام کا معصوم ہونا ضروری ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا عہد یعنی امامت کی ذمہ داری ظالمین نہیں پائیں گے اور ظالم اسے کہتے ہیں جو معصیت کا ارتکاب کرے پس اس سے معلوم ہوا کہ امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

جواب: یہ ظالم کی تعریف کہاں سے لے آئے؟ کہ جو گناہ کرے وہ ظالم بلکہ اس

آیت کریمہ میں ظالمین سے کفار مراد ہے نہ کہ مرتکب کبیرہ۔

(۴) امام کا اہل زمانے میں سے افضل ہونا ضروری ہے۔

جواب: افضلیت کی شرط ثابت کیجیے اسی لیے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امامت کا مسئلہ چھ کے درمیان چھوڑا حالاں کہ بعض بعض سے افضل تھا۔

(۵) امام فسق کی وجہ سے معزول ہو جائے گا یہی وجہ ہے کہ شیعہ ہر نماز کو مؤخر کرتے ہیں حضرت مہدی کے انتظار میں جب حضرت مہدی نہیں آتے تو فرداً فرداً پڑھ لیتے ہیں اس لیے کہ ان کے نظریہ کے مطابق تمام ائمہ فاسق ہیں سوائے مہدی کے۔

سوال: جب اہل سنت والجماعت کے یہاں امام فسق کی وجہ سے معزول نہیں ہوتا اس سے بغاوت جائز نہیں ہے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید سے بغاوت کیوں کی؟

جواب: (۱) اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ اگر امام فاسق ہو اور کوئی مجتہد یہ یقین کرتا ہو کہ میں اپنی طاقت سے اس کو منصب امامت سے بغیر کسی شدید انتشار کے ہٹا سکتا ہوں تو اس کے لیے بغاوت جائز ہے پس دونوں مجتہدین عزیمت کے پہلو پر عمل کرنا چاہتے تھے نہ کہ گنجائش اور رخصت کے پہلو پر عمل۔

خلاصہ یہ نکلا کہ حقیقت میں فاسق کو امام نہیں بنایا جاسکتا اور اگر بعد میں فاسق ہو اور اس کا فسق علانیہ ہو تو معزول کیا جائے گا لیکن اگر انتشار کا خطرہ ہو تو مکروہ سمجھتے ہوئے اس کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

بحث حسن ظن بالصحابہ

اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ فرق مراتب کو باقی رکھتے ہوئے تمام صحابہ کا تذکرہ

نہ سے کیا جائے اور صحابہ کے درمیان میں جو بھی اختلافات ہوئے اس کی بہتر سے بہتر تاویل کی جائے مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام سے اختلاف اسی لیے ہوا تا کہ ہم اختلاف کرنا سیکھیں اختلاف کو جھگڑا اور نزاع تک نہ پہنچادیں پس کسی صحابی پر لعن طعن جائز نہیں ہے بلکہ اگر لعن طعن کرنے والا دلیل قطعی کا مخالف ہے تو کافر ہو جائے گا جیسے ماں عائشہ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگانا اور اگر دلیل ظنی کا مخالف ہے تو بدعتی اور فاسق ہوگا۔

لعن کس پر جائز اور کس پر ناجائز

(۱) ایسے شخص معین پر لعن کرنا جس کا کفر پر مرنا دلیل سے ثابت ہو یہ لعن جائز ہے۔ جیسے فرعون، ابوجہل، اور ابلیس پر لعن کرنا۔

(۲) ایسے شخص معین پر لعن کرنا جس کا کفر پر مرنا معلوم نہ ہو یہ لعن جائز نہیں ہے۔

(۳) کسی غیر معین پر لعن کرنا یہ لعن جائز ہے جیسے لعن اللہ علی الیہود، لعن اللہ الواشمات۔

سوال: یزید پر لعن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس باب میں کل دو جماعتیں ہیں (۱) علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ ہے کہ یزید پر لعن جائز ہے۔

دلیل: حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دینے کی وجہ سے یزید کافر ہو گیا۔

تھا اور ضابطہ ہے کہ جس کا کفر پر مرنا یقینی ہو اس پر لعن جائز ہے۔

جواب: یزید کا حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دینا مختلف فیہ ہے ابن

جریر طبری کی روایت کے مطابق یزید صرف حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت چاہتا تھا نہ کہ قتل نیز اگر یہ بات یقینی ہو جائے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا تھا تب بھی یزید کافر نہیں ہوا اس لیے کہ قتل کا حکم دشمنی کی وجہ سے دیا تھا نہ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مومن ہونے کی وجہ سے۔

(۲) یزید پر لعن کرنا مناسب نہیں ہے۔

دلیل: جب اس کا کفر پر مرنا یقینی نہیں ہے تو کسی مسلمان پر لعن کرنے کا کیا فائدہ؟ اور لعن نہ کرنے سے کوئی شرعی نقصان بھی نہیں ہے اس لیے توقف کرنا بہتر ہے۔

مسائل ممیزہ

مسئلہ (۱) ہم اہل سنت والجماعت ان دس صحابہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں جن کو حضرت نبی پاک ﷺ نے ایک ہی حدیث میں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی، آں حضرت ﷺ نے فرمایا تھا ابو بکر جنتی، عمر جنتی، عثمان جنتی، علی جنتی، طلحہ جنتی، زبیر جنتی، عبدالرحمان بن عوف جنتی، سعد ابن ابی وقاص جنتی، سعید ابن زید جنتی، اور ابو عبیدہ ابن الجراح جنتی ہیں (الحدیث) نیز ان صحابہ کرام کے جنتی ہونے کی بھی گواہی دیتے ہیں جن کو حضرت نبی پاک ﷺ نے الگ الگ حدیث میں جنتی ہونے کی بشارت دی ہے مثلاً فاطمہ جنتی، حسن و حسین جنتی، خدیجہ جنتی، عائشہ جنتی، حمزہ جنتی، ابن عباس جنتی، جعفر طیار جنتی، ام سلیم جنتی، بلال مؤذن جنتی، سعد ابن معاذ جنتی، عبداللہ ابن سلام جنتی، عمار بن یاسر جنتی، سلمان فارسی جنتی، ثابت ابن قیس جنتی، اور صہیب رومی جنتی۔

اہل تشیع کا نظریہ ہے کہ فاطمہ جنتی، حسن و حسین جنتی، علی، عباس، ابن عباس جنتی، مقداد جنتی، ابوذر جنتی اور سلمان فارسی جنتی اور باقی سب مرتد نعوذ باللہ۔

مسئلہ (۲) ہم اہل سنت و الجماعت سفر اور حضر میں خفین پر مسح کو جائز سمجھتے ہیں۔

دلیل: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا گیا مسح علی الخفین کے بارے میں تو حضرت نے فرمایا کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کو تین دن اور تین رات اور مقیم کو ایک دن اور ایک رات رخصت دی ہے۔

اہل تشیع مسح علی الخفین کو جائز نہیں سمجھتے۔

دلیل: باری تعالیٰ کا فرمان: و امسحوا برؤسکم وارجلکم یعنی تم پیروں کا مسح کرو پس جب پیروں پر مسح ہے تو خفین پر مسح کہاں سے آیا۔

جواب: (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے آیا لیکن تم تو نفس کی غلامی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باتوں کا بھی انکار کر دیتے ہو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات معتبر نہیں ہے تو پھر کس کی؟ آپ کے نفس کی؟ (۲) وارجلکم یعنی نصب والی قراءت کا کیا جواب دیں گے جب کہ جر والی قراءت کا ہمارے پاس جواب ہے وہ یہ ہے کہ پیروں پر پانی زیادہ مت گراؤ بلکہ مسح اور غسل کے درمیان کا راستہ اپناؤ۔

مسئلہ (۳) ہم اہل سنت و الجماعت نبیذ تمر کو جب وہ نشہ آور نہ ہو حلال سمجھتے ہیں اگر کے برخلاف روافض اس کو حرام سمجھتے ہیں اور دلیل دیتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روک دیا تھا۔

جواب: یہ ہے کہ چوں کہ نبیذ ان مشکوں میں بنائی جاتی تھی جو شراب کے ہوا کرتے تھے پس ابتدائے اسلام میں روک دیا گیا تا کہ مشکے دیکھ کر شراب کی یاد تازہ نہ

ہو جائے بھروسہ میں اجازت دے دی گئی۔

مسئلہ (۴) ہم اہل سنت و الجماعت کا نظریہ ہے کہ ولی نبی کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا کیوں کہ نبی موصوم ہوتا ہے، برے خاتمے کے خوف سے محفوظ ہوتا ہے، وحی سے اس کو عزت بخشی جاتی ہے اور فرشتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور سب سے بڑی بات کہ ولی میں جتنے کمالات ہوتے ہیں ان تمام کمالات سے متصف ہوتا ہے۔

کرامیہ: کا نظریہ ہے کہ ولی نبی سے افضل ہو سکتا ہے پس یہ کفر ہے۔

مسئلہ (۵) ہم اہل سنت و الجماعت کا نظریہ ہے کہ کوئی بھی انسان یقین یا عبادت کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کو پہنچ جائے تب بھی وہ شریعت کا مکلف رہتا ہے یعنی اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب اس پر ضروری ہوتا ہے۔

دلیل: حضرت نبی پاک ﷺ یقین اور عبادت کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کو پہنچ گئے تھے تب بھی آپ سے عبادات ظاہرہ ساقط نہیں ہوئی پھر آپ سے بڑھ کر کون بزرگ ہو سکتا ہے۔

اباحیین او فرقہ ذکر یہ: کا نظریہ ہے کہ ایسے بندے سے عبادات ظاہرہ ساقط ہو جاتی ہے اور اس کی عبادت صرف ذکر و فکر ہوتی ہے بلکہ کبار کے ارتکاب سے اس کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

دلیل: (۱) باری تعالیٰ خود فرماتے ہیں واعبد ربک حتیٰ باتیک البقین یعنی جب یقین حاصل ہو جائے تو عبادت چھوڑ دو۔

جواب: یہاں یقین سے موت مراد ہے یعنی موت تک عبادت کرتے رہو۔

دلیل: (۲) حدیث پاک ہے کہ جب اللہ کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو گناہ

اس کو نقصان نہیں پہنچاتا۔

جواب: اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ گناہ کرے اور گناہ نقصان نہ پہنچائے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ گناہ اس کے قریب نہیں آتا، اللہ اس کو بچا لیتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ دشمن اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ دشمن مارے اور تکلیف نہ ہو بلکہ مطلب ہوتا ہے کہ دشمن اس سے دور رہتا ہے۔

ملوظہ: آج بھی اس طرح کے جھوٹے پیر موجود ہیں جو نماز وغیرہ نہیں پڑھتے بلکہ زنا تک کرتے ہیں اور لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم اس مقام تک پہنچ چکے ہیں کہ اس کی وجہ سے شریعت ہم سے ساقط ہو گئی ہے۔

مسئلہ (۶) ہم اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ نصوص یعنی کتاب و سنت کو ظاہر پر یعنی حقیقی معنی کی طرف پھیرا جائے گا جب تک اس سے پھیرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہ ہو ہاں اگر قرینہ موجود ہو تو مجاز کی طرف پھیرا جائے گا۔

دلیل: ہر چیز میں اصل حقیقت ہوتی ہے نہ کہ مجاز۔

فرقہ باطنیہ: (ملاحظہ، تحریف کرنے والے) کا نظریہ ہے کہ نصوص کے اندر باطنی معنی ہوتے ہیں جس کو صرف معلم جانتا ہے مثلاً جنت سے حقیقی جنت نہیں بلکہ شریعت کی تکلیف سے بدن کو راحت پہنچانا مراد ہے اور نماز سے حقیقی نماز مراد نہیں بلکہ اللہ کی طرف مائل ہونا مراد ہے۔

فیصلہ: یہ سب کافر ہیں اس لیے کہ ان کا مقصد بالکل شریعت کی نفی ہے اور بدیہی چیزوں کا انکار ہے۔

ملوظہ: اپنی رائے سے تفسیر کرنے والے اور معنوی تحریف کرنے والے بھی ملحدین

میں داخل ہیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ تین چیزوں کو ملحوظ نہ رکھے (۱) شان نزول یا شان ورود (۲) سیاق و سباق (۳) سامعین اول یعنی صحابہ رضی اللہ عنہ کا فہم۔
نوٹ: جو شخص ان تین چیزوں کا خیال کرنے کے ساتھ اگر نصوص کے کچھ دقیقہ نقطے نکالتا ہے تو یہ تفسیر بالرائے نہیں ہے بلکہ یہ کمال عرفان ہے جیسے حدیث پاک ہے جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے اس پر ارباب سلوک نے ایک لطیف بات سمجھائی کہ کتا ایک گندگی ہے اس لیے گھر میں فرشتے نہیں آتے اسی طرح جس دل میں گندگی ہو یعنی حسد، کینہ، کبر، اس دل میں اللہ نہیں ہوتا۔

بحث نواقص ایمان

ناقص: (۱) نصوص قطعیہ کا انکار کفر ہے جیسے کوئی ماں عائشہ رضی اللہ عنہ پر زنا کی تہمت لگائے (۲) جب کسی چیز کا معصیت ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو گیا ہو تو اس معصیت کو حلال سمجھنا خواہ وہ صغیرہ یا کبیرہ کفر ہے جیسے کوئی شراب کو حلال سمجھے (۳) شریعت کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کا مزاق اڑانا کفر ہے مثلاً قصد غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے (۴) اللہ کی رحمت سے مایوس اور اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا کفر ہے (۵) کاہن جو غیب کی خبریں دیتا ہے (غیب کے جاننے کا دعویٰ کرنے والا) اس کی تصدیق کرنا کفر ہے۔

نوٹ: اگر کوئی شخص علامت کے ذریعے غیب کی خبر کا مدعی ہو تو اس کی تصدیق کفر نہیں ہے۔

مسئلہ (۷) اہل سنت میں خاص کر اشاعرہ کا نظریہ ہے کہ معدوم خارج میں ثابت نہیں

ہے پس وہ شئی نہیں ہے اس کے برخلاف معتزلہ کا نظریہ ہے کہ معدوم نہیں (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) خارج میں ثابت ہے پس وہ شئی ہے۔

بحث ایصال ثواب

مسئلہ (۸) (۱) ہم اہل سنت و الجماعت کا نظریہ ہے کہ مردوں کو سب سے زیادہ بندوں کی دعاء سے پھر مالی عبادت سے اور سب سے اخیر میں بدنی عبادت (یعنی قرآن، نماز، یا روزہ رکھ کر ثواب پہنچانا) سے فائدہ پہنچتا ہے۔

دلیل: (۱) ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ جس میت پر سو افراد (اخلاص سے) نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے۔

اسی طرح ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ جب اولاد ماں باپ کے لیے دعائیں کرتی ہیں تو ماں باپ کو فائدہ ہوتا ہے۔

(۲) ترمذی شریف میں ہے حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی پائے ﷺ سے سوال کیا کہ میری والدہ انتقال کر گئی ہے پس کونسا صدقہ افضل ہے حضور ﷺ نے فرمایا پانی پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا۔

(۳) یاد رہے بدنی عبادت سے ایصال ثواب کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ بدنی عبادت کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اس لیے کہ احادیث میں اس کا ذکر نہیں ہے جب کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں۔

دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگرچہ احادیث میں بدنی عبادت کا ذکر نہیں ہے لیکن جو علت یعنی

ثواب یعنی مالی عبادت سے ثواب ملتا تھا وہ بدنی عبادت سے بھی ملتا ہے پس مالی عبادت سے ایصالِ ثواب میں جو علت ہے وہی علت بدنی عبادت کے ایصالِ ثواب میں پائی جا رہی ہے۔

نوٹ: (۱) میت کو اسی دعا سے فائدہ ہوگا جو اللہ کو راضی کرنے کے لیے کی گئی ہو نیز جس جنازے میں میت کی نیکی کی وجہ سے شرکت ہوگی اس شرکت کا فائدہ ہوگا باقی میت کے رشتہ داروں کو دکھانے کی نیت سے ہو تو لاکھوں کی تعداد سے بھی فائدہ نہیں ہوگا۔

(۲) مالی عبادت سے ایصالِ ثواب کے لیے چند چیزوں کا خیال ضروری ہے۔ (۱) مال حلال ہو یعنی وارثین کو حق دے دیا ہو یا وارثین کی رضامندی ہو (۲) اللہ کو خوش کرنے کے لیے ہو نہ کہ معاشرے کو نیز معاشرے کے دباؤ کی وجہ سے نہ ہو جیسے آج کل مرنے کے بعد بیانات رکھے جاتے ہیں (۳) غریبوں کو جس کی ضرورت ہو وہ دی جائے اپنی طرف سے متعین نہ کریں مثلاً جانور ذبح کرنا، (۴) غریبوں کو جب ضرورت ہو تب دیا جائے دن متعین نہ کیا جائے۔

(۳) بدنی عبادت کے لیے چند چیزوں کا خیال ضروری ہے۔

(۱) اگر وہ عبادت انفرادی ہو تو اس کو اجتماعی نہ بنایا جائے جیسے آج کل کی قرآن خوانیاں (۲) بدنی عبادت کے بدلے میں کوئی عوض نہ لیا جائے نہ پیسہ نہ کھانا (۳) فرد متعین نہ کیا جائے بلکہ ہر شخص پڑھے نہ صرف علماء اور طلباء (۴) دن متعین نہ کیا جاوے بلکہ ہر روز پڑھے۔

جماعت (۲) معتزلہ کا نظریہ ہے کہ زندہ کے کسی بھی عمل سے میت کو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا میت کو صرف اس کی سعی کا فائدہ ہوتا ہے۔

دلیل: باری تعالیٰ کا فرمان ہے، لیس للانسان الاماسعی یعنی انسان کو صرف سعی کی سعی نفع دے گی۔

جواب (۱) آیت کریمہ میں سعی سے سعی ایمانی مراد ہے نہ کہ سعی اعمالی یعنی ایک ایمان دوسرے کے لیے نافع نہ ہوگا مگر اعمال تو نافع ہوں گے۔

(۲) آیت کریمہ کا تعلق عدل سے ہے اور ایصال ثواب کا فضل سے یعنی انصاف تو یہ ہے کہ ہر انسان کو اسی کی سعی کام آئے البتہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک کی سعی دوسرے کو کام آئے گی۔

(۳) ایصال ثواب میں درحقیقت میت ہی کی سعی ہوتی ہے یعنی کوئی کسی کے لیے مال کا صدقہ یا بدنی عبادت اسی وقت کرتا ہے جب میت نے اس پر محنت کی ہو ایصال ثواب میں میت ہی کی سعی کا ثواب پہنچتا ہے نہ کہ دوسرے کی۔

بحثِ دعاء

مسئلہ (۹) تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جب بندہ صدق دل سے اور حضورِ قلب سے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کا فائدہ دنیا یا آخرت میں پہنچاتے ہیں۔ سوال: کیا کافر کی دعا اللہ قبول کرتا ہے؟

جواب: کل دو جماعتیں ہیں (۱) ایک جماعت کا کہنا ہے کہ کافر اگر اللہ سے مانگے تو اللہ اس کی سنتا ہے۔

دلیل: (۱) ابلیس نے اللہ سے مانگا رب انظرنی الی یوم یبعثون پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مہلت دے دی۔ (۲) واذا ركبوا فی الفلك دعوا اللہ مخلصین یعنی جب

مشرکین بھنور میں پھنس کر اللہ کو پکارتے ہیں تو اللہ ان کو نجات دیتا ہے۔
جماعت (۲) کا فرکی دعا اللہ نہیں سنتا۔

دلیل: وما دعاء الکفرین الا فی ضلل یعنی کافرین کی دعاء بے کار ہے۔

جواب: اس آیت کا تعلق آخرت سے ہے یعنی جہنم میں پکاریں گے یا پھر اس آیت کا تعلق بتوں کو پکارنے سے ہے نہ کہ اللہ کو جب کہ ہمارا اور آپ کا اختلاف اللہ کو پکارنے کے بارے میں ہے۔

فیصلہ کن بات یہ ہوئی کہ کافر اگر اللہ کو پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھی سنتے ہیں۔

دعا بعد نماز فرض

کل تین جماعتیں ہیں: بعض اہل حدیث کا نظریہ ہے کہ فرض نماز کے بعد دعاء مشروع نہیں ہے۔

(۲) فرض نماز کے بعد دعائیں ثابت ہیں مگر لوگ عملاً اس میں تین غلطیاں کرتے ہیں
(۱) انفرادی کو اجتماعی بناتے ہیں (۲) اس کو اس طرح ضروری بناتے ہیں کہ نہ مانگنے والے پر نکیر کرتے ہیں (۳) بالا ہتمام جہری دعائیں مانگتے ہیں۔

(۳) فرض نماز کے بعد دعائیں ثابت ہیں مگر انفرادی ہے اور ضروری نہیں ہے اور سری ہے ہاں اگر احیاناً جہری اور اجتماعی دعا ہو جائے تو بدعت نہیں ہے یہ تیسرا نظریہ قرآن و سنت کے موافق ہے۔

دلیل اور رد: ترمذی اور سنن نسائی الکبریٰ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا ہے کہ کوئی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ذرا بے عنایت فرمایا فرض نمازوں کے بعد اور رات کے آخری پہر میں۔

وسیلے کا مطالب

اگر بندہ براہ راست اللہ سے بات کرے کہ اللہ فلاں عمل تجھے بہت محبوب ہے یا فلاں بندہ محبوب ہے اس کی محبت کے صدقے میرا کام بنادے یہ جائز بلکہ بہتر ہے اور اگر بندہ کسی بزرگ یا ولی سے بات کرے آپ میری عرضی اللہ تک پہنچا دیجیے کیوں کہ آپ مقرب ہیں اور میں گنہگار ہوں تو یہ درست نہیں ہے۔

وسیلے کی تین قسمیں ہیں: وسیلہ بالعمل، وسیلہ بالحق، وسیلہ بالمیت میں اہل حدیث کا اختلاف ہے۔

دلیل: قرآن و حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

جواب: اگرچہ ذکر نہیں ہے مگر علت تو پائی جا رہی ہے اور وہ محبوبیت ہے۔

مسئلہ (۱۰) ہم اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ آں حضرت ﷺ نے قیامت کی جو بڑی بڑی علامتیں بتلائی ہیں وہ برحق ہیں مثلاً دھویں کا چھا جانا، خروج دجال، خروج دابہ، سورج کا مغرب سے نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق کی جامع مسجد کے سفید منارے پر اترنا، یا جوج ماجوج کا نکلنا، تین زلزلوں کا آنا ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں تیسرا جزیرہ العرب میں، اور یمن سے ایک بڑی آگ کا نکلنا جو لوگوں کو مشرق کی جانب لے جائے گی۔

اس کے برخلاف قادیانی اور شکلیوں کا نزول عیسیٰ علیہ السلام اور دجال شخص کے نکلنے کا انکار کرنا کفر ہے یا کم از کم گمراہی ہے یعنی ہم اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

دلیل: بل رفعہ اللہ الیہ ہے پھر قیامت سے پہلے مسیح دجال کو قتل کرنے کے لیے دمشق کی جامع مسجد کے سفید منارے پر نزول فرمائیں گے۔

دلیل: وانه لعلم للساعة جب کہ قادیانیوں کا کہنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے اور ان کا نزول کچھ نہیں ہوگا۔

دلیل: یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی یعنی ہم عیسیٰ کو وفات دیں گے پھر اپنی طرف اٹھائیں گے۔

جواب: (۱) سب سے پہلے تو بل رفعہ اللہ کا جواب دیجیے جس میں فعل ماضی ہے جو ثابت کرتا ہے کہ اللہ نے اٹھالیا جب کہ آپ کی بیان کردہ دلیل میں اسم فاعل ہے جو مستقبل میں ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(۲) حقیقت میں آپ کی بیان کردہ دلیل میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی اللہ پہلے اٹھانے والے ہیں تا کہ یہودیوں سے نجات ملے اور وفات دینے والے ہیں تا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نہ بنالے مگر چوں کہ عیسائیوں سے گفتگو ہو رہی تھی اس لیے اللہ نے عیسائیوں کے عقیدے کی تردید میں متوفیک کو مقدم کر دیا، اسی طرح شکلیوں کا دجال کو انسان نہ ماننا دلیل قطعی کا انکار ہے، کیوں کہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اور اس کا خون جو تلوار پر لگا ہوگا وہ لوگوں کو دکھائیں گے۔

مسئلہ (۱۱) دعویٰ اہل سنت والجماعت: وہ مسائل جو قرآن اور سنت سے ثابت نہ ہو یا ثابت ہو مگر متعارض ہو ان مسائل میں کوئی مجتہد درستگی کو پہنچتا ہے اور کوئی خطا کرتا ہے

مثلاً انجکشن سے روزہ ٹوٹے کا یا نہیں؟ یہ مسئلہ ان مسلمانوں کے لئے ہے جو کہ
آمین سرا ہے یا جہرا؟ یہ احادیث میں ہے مگر جہاں میں ہے وہی جہاں میں ہے۔
کوئی خطا کرے گا سب کے سب درستگی کو نہیں پہنچتی ہے۔

دلیل (۱) بخاری شریف میں ہے اس حدیث سے پہنچنے کے لئے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کرتا ہے اور درستگی کو پہنچ جاتا ہے تو اس کے لیے وہ اب جہاں میں ہے وہی جہاں میں ہے۔
کے لیے ایک اجر ہے، دیکھیے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجتہد بھی صحیح کرتا ہے۔

دلیل: (۲) ہر چیز کا ایک ہی حکم ہوتا ہے اگر ہر مجتہد درستگی کو پہنچے تو ایک ہی چیز کے لیے
حکم ہو جائیں گے۔

معتزلہ کا نظریہ ہے کہ وہ مسائل جو قرآن و سنت سے ثابت نہ ہوئے ثابت ہوئے۔
ہو ان میں مجتہد ہمیشہ درستگی کو پہنچے گا۔

دلیل: اگر ہر مجتہد درستگی کو نہیں پہنچا ہے تو اس مجتہد کی تقلید کیسے درست ہوگی؟

جواب: کل دو چیزیں ہوتی ہیں ایک ہے کہ حقیقت میں درست ہوتا اور ایک ہے شمول
درست ہونا ہر مجتہد عملاً تو درست ہوتا ہے اسی لیے اس کی تقلید درست ہوتی ہے۔ مگر حقیقت
درست ہو ایسا ضروری نہیں ہے جیسے چار بندوں پر قبلہ مشتبہ ہو گیا ہر ایک نے جب توبہ
کے الگ الگ سمت میں نماز پڑھی تو عملاً چاروں کی نماز درست ہو گئی اور ان کے پیچھے
پڑھنے والوں کی بھی مگر حقیقتاً یعنی اللہ کی نظر میں کسی ایک ہی کی درست ہو گئی۔

اہل حدیث کی طرف سے سوال: تقلید کرنے والے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ
کرائمہ کو مانتے ہیں۔

جواب: آپ حقیقت میں تقلید کا مطلب نہیں سمجھے ہیں تقلید کہتے ہیں قرآن اور سنت

ہی لو ماننا مگر ایسے مسائل جو قرآن و سنت میں پیچیدہ ہوں ان کو سمجھنے کے لیے کسی ماہر سے
سہارا لینا یا کسی ماہر سے پوچھنا اور تقلید کا یہ طریقہ در صحابہ سے چلا آرہا ہے مثلاً جب
صحابہ رضی اللہ عنہ نے ولہم یلبسوا ایمانہم بظلم یہ آیت سنی تو اس کا مفہوم سمجھ نہ سکے
حالاں کہ عربی داں تھے آن حضرت ﷺ سے دریافت کیا، اسی طرح بخاری
شریف میں ہے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تک ابن مسعود جیسا بڑا عالم تم
میں موجود ہو اسی سے مسائل دریافت کرو اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔

سوال (۲) جب تقلید کسی ماہر فن سے پیچیدہ مسائل دریافت کرنے کا نام ہے تو صرف
ایک ہی امام سے دریافت کرنا واجب کیوں ہے؟ صحابہ تو کسی بھی ماہر سے پوچھ لیتے تھے؟
جواب: قرآن مجید کہہ رہا ہے تو خواہشات کی پیروی نہ کر پس اگر کسی بھی ماہر سے
دریافت کرنے کی اجازت دی جائے گی تو جس کی بات سہل ہوگی اس کو لے لیا جائے
گا پس وہ اللہ کی نہیں بلکہ خواہشات کی پیروی کرے گا۔

نوٹ: وہ مسائل جو قرآن و سنت میں بالکل واضح ہو تو اس کو بیان کرنے کے بعد حوالہ
قرآن و سنت کا دینا چاہیے۔ اور جو مسائل قرآن و سنت میں نہیں ہے یا ہے مگر متعارض
ہے ان کو بیان کرنے کے بعد کسی مجتہد کی بات کا حوالہ دے سکتے ہیں مگر تقلید کرنے
والے یہ غلطی کرتے ہیں کہ واضح مسائل کو بیان کرنے کے بعد بھی شامی اور عالمگیری
کا حوالہ دیتے ہیں۔

افضلیت عامۃ البشر علی عامۃ الملائکۃ

کل دو جماعتیں ہیں * اہل سنت و الجماعت * معتزلہ اور فلاسفہ

اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ انسانوں کے رسول ملائکہ کے رسول سے اور عام انسان عام ملائکہ سے افضل ہیں۔

دلیل: (۱) اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے تعظیماً سجدے کا حکم دیا تھا اور ضابطہ ہے کہ جس کی تعظیم کی جائے وہ تعظیم کرنے والے سے افضل ہوتا ہے۔ دلیل: (۲) باری تعالیٰ کا فرمان ہے ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحا وال ابراہیم وال عمران علی الغلمین یعنی اللہ تعالیٰ نے آل ابراہیم اور آل عمران کو جو عام انسان تھے جہاں والوں پر فضیلت بخشی اور جہاں والوں میں فرشتے بھی ہیں۔

سوال: اس آیت سے تو عام انسانوں کا فرشتوں کے رسول سے افضل ہونا ثابت ہوا؟
جواب: آیت سے ان کو مستثنیٰ کر دیا ہے گویا یہ عام خاص عنہ البعض کے قبیل سے ہے
سوال: عام خاص عنہ البعض تو ظنی ہوتا ہے؟

جواب: یہاں دلیل ظنی کافی ہے۔

دلیل: (۳) انسانوں میں برائی کا مادہ ہوتا ہے اس کے باوجود گناہوں سے بچنا بقاء کمال ہے جب کہ فرشتے اس سے عاری ہیں۔

معتزلہ اور فلاسفہ کا نظریہ ہے کہ ملائکہ انسانوں سے افضل ہیں۔

دلیل: (۱) انبیاء افضل البشر ہونے کے باوجود ملائکہ سے علم حاصل کرتے ہیں اور ضابطہ ہے کہ معلم متعلم سے افضل ہوتا ہے۔

جواب: ملائکہ معلم نہیں ہوتے بلکہ مبلغ ہوتے ہیں اصل معلم تو اللہ تعالیٰ ہے۔

دلیل: (۲) قرآن و سنت میں ملائکہ کا ذکر انبیاء پر مقدم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ یہ مقدمہ ان کے اشرف ہونے کی وجہ سے ہے۔

جواب: ملائکہ کا تذکرہ پہلے کرنا وجود میں ان کے مقدم ہونے کی وجہ سے ہے۔

دلیل: (۳) باری تعالیٰ کا فرمان ہے لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملائکة المقربون یعنی عیسیٰ اللہ کا بندہ ہونے سے ہرگز شرماتا نہیں ہے اور ملائکہ اور ضابطہ ہے کہ ایسی جگہوں پر پہلے ادنیٰ پھر اعلیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے پس جب عیسیٰ علیہ السلام ملائکہ سے ادنیٰ ہوئے تو تمام انسان بھی ادنیٰ ہوئے۔

جواب: یہاں ترقی من الادنی الی الاعلیٰ فضیلت میں نہیں ہے بلکہ ترقی امر تجرد میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نصاریٰ کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ فرشتے جن کے ماں باپ نہیں ہے وہ بندے ہونے سے شرم محسوس نہیں کرتے ہیں پس عیسیٰ جس کی ماں ہے وہ تو بطریق اولیٰ بندہ ہونے سے شرم محسوس نہیں کرے گا۔

دلیل: (۴) ملائکہ محض روح ہے اسی وجہ سے وہ افعال عجیبہ پر قادر ہے جب کہ انسان اس سے عاری ہے۔

جواب: ہمیں یہ تسلیم ہی نہیں ہے کہ ملائکہ محض روح ہے بلکہ وہ جسم لطیف ہے اور اگر مان لیں کہ محض روح ہیں اور طاقتور ہیں تب بھی ملائکہ کا افضل ہونا ثابت ہونا نہیں ہوتا اس لیے کہ ہر طاقتور افضل نہیں ہوتا۔



چونکہ اس عنوان پر کوئی مختصر رسالہ بہ زبان اردو اس وقت میری نظر
میں نہیں ہے یہ رسالہ مختصر بھی اور کسی حد تک جامع بھی ہے لہذا امید ہے کہ
شیخ فہیم اساتذہ العالیہ کو اس طرف متوجہ فرمائیں گے اور طلبہ عزیز اس کی قدر
کے اس لیے شکر و تحفید ہوں گے۔ (وما ذلک علی اللہ بعزیز)

(نسخ الحدیث و محشی شرح عقائد)
بندہ ابولقاسم محمد الیاس بن عبد اللہ
ہمت نگری خادم: مدرسہ دعوت الایمان ٹکول

Aleem Falahi
8980826160
PP
aleemfalahi6160@gmail.com

